ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
18
www.tanzeem.org
22 تا 28 رجب المرجب 1436ھ / 12 تا 18 مئی 2015ء

اس شمارے میں

صوفی محمد، الطاف حسین اور عدل کے تقاضے

یوم مزدور ـــــ چند چشم کشا حقائق
انسانی حقوق کا تحفظ صرف اسلام میں ہے!

نورِ آفتاب کہا!

اسلام میں قرض کی شرائط و آداب
اور ادائیگی کی دعائیں

انتخابی سیاست:
دینی جماعتوں نے کیا کھویا، کیا پایا؟

ممتاز قادری کیس میں عدالتی فیصلے کا جائزہ
کتاب و سنت کی روشنی میں

بچوں کی ایمانی تربیت کیسے کی جائے؟

اپنے ذہن کو تبدیل کیجئے!

آج لوگوں کا حال یہ ہے کہ اسلام کی جو بات آسان ہے اُسے بڑی خوشی کے ساتھ قبول کرتے ہیں، مگر جہاں کفر اور اسلام کا اصلی مقابلہ ہوتا ہے، وہیں سے رخ بدل دیتے ہیں۔ بڑے بڑے مدعیٔ اسلام لوگوں میں بھی یہ کمزوری موجود ہے۔ وہ اسلام، اسلام بہت پکاریں گے، اس کی تعریف کرتے کرتے ان کی زبان خشک ہو جائے گی، اس کے لئے کچھ نمائشی کام بھی کر دیں گے، مگر ان سے کہیے کہ یہ اسلام جس کی آپ اس قدر تعریفیں فرما رہے ہیں۔ آیئے، ذرا اس کے قانون کو ہم آپ خود اپنے اوپر جاری کریں تو وہ فوراً کہیں گے کہ اس میں فلاں مشکل ہے اور فلاں دقت ہے اور فی الحال تو اس کو بس رہنے ہی دیجئے۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام ایک خوبصورت کھلونا ہے، اس کو بس طاق پر رکھیے اور دور سے بیٹھ کر اس کی تعریفیں کیے جائیں، مگر اسے خود اپنی ذات پر اور اپنے گھر والوں اور عزیزوں پر اور اپنے کاروبار اور معاملات پر ایک قانون کی حیثیت سے جاری کرنے کا نام تک نہ لیجئے۔ یہ ہمارے آج کل کے دینداروں کا حال ہے۔ اب دنیاداروں کا تو ذکر ہی فضول ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ نہ اب نمازوں میں وہ اثر ہے جو کبھی تھا، نہ روزوں میں ہے، نہ قرآن خوانی میں اور نہ شریعت کی ظاہری پابندیوں میں، اس لئے کہ جب روح ہی موجود نہیں تو نرا بے جان جسم کیا کرامت دکھائے گا۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

الھدیٰ (658)

ڈاکٹر اسرار احمد

جہنم کافر کے لیے قید خانہ ہے

سُورۃ بَنِیۤ اِسۡرَآءِیۡل — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات 8 تا 10

عَسٰی رَبُّکُمۡ اَنۡ یَّرۡحَمَکُمۡ ۚ وَ اِنۡ عُدۡتُّمۡ عُدۡنَا ۘ وَ جَعَلۡنَا جَہَنَّمَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ حَصِیۡرًا ﴿۸﴾ اِنَّ
ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَہۡدِیۡ لِلَّتِیۡ ہِیَ اَقۡوَمُ وَ یُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ
لَہُمۡ اَجۡرًا کَبِیۡرًا ۙ﴿۹﴾ وَّ اَنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ اَعۡتَدۡنَا لَہُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿۱۰﴾

آیت ۸ ﴿عَسٰی رَبُّکُمۡ اَنۡ یَّرۡحَمَکُمۡ ۚ وَ اِنۡ عُدۡتُّمۡ عُدۡنَا ۘ﴾ ’’ہوسکتا ہے کہ اب تمہارا رب تم پر رحم کرے‘ اور اگر تم نے وہی روش اختیار کی تو ہم بھی وہی کچھ کریں گے۔‘‘

اگر تم نے پہلے کی طرح ہماری نافرمانیوں اور احکام شریعت سے اعراض کی روش اختیار کی تو ہم بھی اسی طرح پھر تمہیں سزا دیں گے۔

﴿وَ جَعَلۡنَا جَہَنَّمَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ حَصِیۡرًا ﴿۸﴾﴾ ’’اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنا رکھا ہے۔‘‘

نافرمانیوں کی سزا دنیا میں تو ملے گی ہی‘ جبکہ جہنم کا عذاب اس کے علاوہ ہوگا۔ جس طرح جانوروں کو گھیر کر باڑے میں بند کر دیا جاتا ہے اسی طرح آخرت میں اللہ کے نافرمانوں کو اکٹھا کر کے جہنم کے قید خانے میں دھکیل دیا جائے گا۔ (اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مَعَھُمْ!)

آیت ۹ ﴿اِنَّ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَہۡدِیۡ لِلَّتِیۡ ہِیَ اَقۡوَمُ﴾ ’’یقیناً یہ قرآن راہنمائی کرتا ہے اس راہ کی طرف جو سب سے سیدھی ہے‘‘

یاد رکھو! اب راہِ ہدایت وہی ہوگی جس کی نشان دہی یہ کتاب کرے گی جسے ہم اپنے آخری رسول ﷺ پر نازل کر رہے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کے قصرِ رحمت میں داخل ہونے کا ’’شاہدرہ‘‘ ایک ہی ہے اور وہ ہے یہ قرآن۔ اب اگر تم اللہ کے دامن رحمت میں پناہ لینا چاہتے ہو تو اس قرآن کے راستے سے ہو کر آؤ۔ اگر ایسا کرو گے تو اللہ کی رحمت کے دروازے ایک بار پھر تمہارے لیے کھل جائیں گے اور جو رفعتیں اور برکتیں اس آخری نبی ﷺ کی اُمت کے لیے لکھی گئی ہیں تم بھی ان میں حصہ دار بن جاؤ گے۔

﴿وَ یُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ اَجۡرًا کَبِیۡرًا ﴿۹﴾﴾ ’’اور بشارت دیتا ہے اُن اہل ایمان کو جو نیک عمل بھی کریں کہ اُن کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔‘‘

آیت ۱۰ ﴿وَّ اَنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ اَعۡتَدۡنَا لَہُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿۱۰﴾﴾ ’’اور یہ کہ جو لوگ ایمان نہیں رکھتے آخرت پر اُن کے لیے ہم نے تیار کر رکھا ہے ایک دردناک عذاب۔‘‘

یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ جہاں کہیں بھی اعمال کی خرابی کی بات ہوتی ہے وہاں ایمان بالآخرت کا تذکرہ ضرور ہوتا ہے۔

فرمان نبویؐ

دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ((اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ)) (رواہ المسلم)

حضرت ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے بہشت ہے۔

تشریح: ایمان لانے سے لازم آتا ہے کہ انسان اپنی پوری زندگی میں ان تمام پابندیوں کو اپنے اوپر لازم کرلے جو خدا اور رسول ﷺ نے اس پر عائد کی ہیں۔

مومن دنیا میں بے لگام زندگی بسر نہیں کرتا۔ ہر کام کرنے سے پہلے اسے سوچنا پڑتا ہے کہ اس سے اس کا آقا تو ناراض نہ ہوگا؟ اس کے برعکس کافر کا ذہن اور کردار ان تمام پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔ اس کے ہاں نہ تو آخرت کی زندگی کا کوئی تصور ہے اور نہ خالق کے سامنے جوابدہی کا کوئی احساس ہے۔ چنانچہ وہ حرام و حلال اور جائز و ناجائز کی تمیز کیے بغیر لذتِ نفسانی کے سامان اور اپنی بے لگام خواہشات کی تکمیل کرتا چلا جاتا ہے۔ اسی کو ’’جنت‘‘ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادار یہ

مرزا ایوب بیگ

صوفی محمد، الطاف حسین اور عدل کے تقاضے

جب ہم لفظ عدل بولتے ، سنتے اور تحریر کرتے ہیں تو ذہن میں ایک خاص تصور ابھرتا ہے۔ قاضی، مدعی، مدعا علیہ اور گواہان۔ اور پھر اُس بیٹھک کا جس میں محترم قاضی باقی سب کو سنتا ہے، اُنہیں بھرپور موقع دیتا ہے، پھر فیصلہ صادر کرتا ہے جسے عدالت کہتے ہیں۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے کہ عدل صرف اِس ہی سیٹ اَپ تک محدود ہے بلکہ ہر اتھارٹی جہاں تک اُس کی حدود و اختیارات ہیں، اُس سے عدل کا صدور ہونا لازم ہے۔ گویا اجتماعی عدل معاشرے کی اصل بنیاد ہونا چاہیے۔ فرد سے لے کر تمام چھوٹے بڑے ادارے اسی بنیاد پر کارفرما ہوں گے تو فلاحی ریاست کا وجود ممکن ہے۔ ہم فی الحال صرف فلاحی ریاست اور عادل معاشرے کی بات کر رہے ہیں، اسلامی فلاحی ریاست یا اسلام کے عادلانہ اصولوں پر قائم کردہ معاشرے کی بات نہیں کر رہے۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں بعض ریاستیں ہیں جو فلاحی ریاست کہلانے کا حق رکھتی ہیں اور بعض معاشرے ہیں جہاں کم ازکم باہمی سطح پر عدل نظر آتا ہے۔ اس بات پر ہم آخر میں بحث کریں گے کہ کس شے کی کمی اور محرومی کی وجہ سے ان فلاحی ریاستوں کے عدل میں پھیکا پن محسوس ہوتا ہے اور اطمینان وسکون اور آسودگی جو عادل معاشرے کا لازمی نتیجہ ہے، وہ ناپید ہے۔ بہرحال ان سیکولر ریاستوں اور ان معاشروں کا بھی تقابل جب ہم ریاست پاکستان اور پاکستانی معاشرے کے ساتھ کرتے ہیں تو شرم سے ہمارا سر جھک جاتا ہے۔ ہمیں ندامت ہوتی ہے کہ اسلام اور شریعت کے پیمانے سے خود کو تولنا اور ناپنا تو دور کی بات ہے، ہم عام انسانی سطح پر بھی کس قدر گراوٹ کے شکار ہو چکے ہیں۔ صرف بنیادی انسانی اخلاقیات کو لے لیجیے۔ سچ بولنا، کسی کا حق نہ مارنا، بددیانتی اور بدعنوانی سے بچنا، دھوکہ دہی اور فریب سے بچنا اور خالص اشیا کی خرید و فروخت کرنا اور فیصلہ کرتے ہوئے یا تبصرہ کرتے ہوئے اپنے اور بیگانے میں فرق نہ کرنا وہ یونیورسل خوبیاں شمار ہوتی ہیں جن کا تعلق نہ ریاست سے جوڑا جانا چاہیے اور نہ ہی یہ کسی خاص معاشرے سے مخصوص ہیں بلکہ یہ مشترکہ انسانی اقدار تصور کی جاتی ہیں۔

ہم جھوٹ اور سچ، حق اور ناحق، دیانت داری اور بددیانتی کے حوالہ سے ریاست پاکستان اور پاکستانی معاشرے کو کئی بار پرکھ چکے ہیں۔ ظاہر ہے اس کا نتیجہ بتانا ہم سب کے لیے باعثِ شرمندگی ہوگا۔ ریاست کسی قانون کا نفاذ کرتے ہوئے کس طرح انسان سے انسان اور جماعت سے جماعت میں فرق کرتی ہے اور ہمارا میڈیا جو عوام کی آواز ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے، وہ دن دِہاڑے کس نوعیت کی جانبداری کا مظاہرہ کرتا ہے، وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔

چھ یا سات سال پہلے کا ذکر ہے، ایک تھا اللہ کا بندہ۔ نام تھا اُس کا صوفی محمد۔ وہ باریش تھا، عمامہ

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

22 تا 28 رجب المرجب 1436ھ — جلد 24
12 تا 18 مئی 2015ء — شمارہ 18

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محمد خلیق
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

باندھتا تھا، گویا حلیہ شرعی تھا۔ سوات سے اُس کا تعلق تھا۔ مالا کنڈ میں نفاذ شریعت کے لیے اُس کا حکومت سے ایک معاہدہ ہوا تھا۔ اُس نے ایک روز سوات کے میدان میں لوگوں کے جم غفیر سے خطاب کیا۔ جو کچھ اُس نے کہا اُس کا مفہوم یہ تھا کہ میں کسی ایسے آئین کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں جس میں غیر شرعی شقیں موجود ہوں، میں اُن عدالتوں کے فیصلے بھی تسلیم نہیں کرتا جن میں شرعی تقاضوں سے انحراف کیا گیا ہو۔ گویا نظری اور عملی لحاظ سے ہر سطح پر شریعت کو کارفرما دیکھنا چاہتا ہوں۔ اِس بیان پر نظریہ اسلام کی بنیاد پر قائم ہونے والی مملکت خداداد پاکستان میں ایسا طوفان اٹھا کہ اُس میں نفاذ شریعت کے لیے ہونے والا معاہدہ جس کے تحت قاضی عدالتیں قائم ہونا تھیں، وہ بھی بہہ گیا۔ صوفی محمد کے خلاف بغاوت کا مقدمہ قائم ہوا اور وہ تادم تحریر پس زندان ہے۔ حکومت تو حکومت جو قاضی عدالتوں کے قیام کے وعدہ سے منحرف ہونے کے لیے جواز ڈھونڈ رہی تھی، عوام کی اکثریت کو بھی صوفی محمد کی باتوں سے بغاوت اور سازش کی بو آئی۔ لہٰذا صوفی محمد کی گرفتاری عمل میں آئی۔ سوات میں آپریشن ہوا۔ ایسا آپریشن جس کے ٹانکے آج تک نہیں کھل سکے۔ جس کے لگائے گئے زخم آج تک مندمل نہیں ہو سکے۔ یعنی ہم نے ہاتھوں سے ایسی گرہ لگائی جو اب دانتوں سے بھی نہیں کھل رہی۔ جبکہ صوفی محمد کی ذات کا معاملہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے سے روا رکھے گئے ظلم کے باوجود حال ہی میں اپنے عزیز و اقارب اور دوستوں کو جو وصیت نامہ بھجوایا ہے اُس میں تحریک طالبان پاکستان کی دہشت گرد کارروائیوں کی شدید مذمت کی ہے، اپنے داماد مولوی فضل اللہ پر شدید تنقید کی ہے اور ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جن کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ اُن کے موقف کو برحق نہیں سمجھتے۔ اسے کہتے ہیں کہ حالات و واقعات کا اثر قبول کیے بغیر اور اپنے تعلق اور عزیز داری کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے حق گوئی کرنا۔ یہی عدل ہے۔ اب جو کچھ چند روز پہلے الطاف حسین نے کہا اُس کو کسی میزان، کسی ترازو میں رکھیے اور اپوزیشن سمیت حکومتی رویے اور عوامی طرز عمل کا جائزہ لیجیے کہ ان سب نے صوفی محمد سے کئی ہاتھ آگے نکل جانے والے الطاف حسین کو کس پلڑے میں رکھا ہے!

حکومت کا سب سے بڑا، سب سے طاقتور ادارہ جس سے حکومت خوف زدہ بھی رہتی ہے اُس کا الطاف حسین کے حوالہ سے موڈ صاف نظر آ رہا تھا۔ الطاف حسین نے علی الاعلان بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ وہ فوج جس کی توہین اور تضحیک سے آئین سختی سے روکتا ہے، اُسے کیا کچھ نہ کہا۔ سندھ کے دریا کو خون سے رنگین کرنے کی دھمکیاں دیں۔ پنجابیوں کو ننگی گالیاں دیں۔ بھارت کی خفیہ بدنام زمانہ ایجنسی ''را'' کی مدد لینے کا کھلم کھلا اعلان کیا۔ گویا بے دھڑک بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا۔ لیکن ہماری وہ ''عادل ریاست'' جو صوفی محمد کی تقریر پر آگ بگولہ ہو گئی تھی، اس کا رویہ یہ تھا کہ حکومت جو ریاست کی ترجمان ہوتی ہے وہ الطاف حسین کی صفائیاں پیش کر رہی تھی اور الطاف حسین کی طرف سے ایک طنزیہ معذرت پر جسے اُس نے واپس بھی لے لیا تھا، آگے بڑھ بڑھ کر شرف قبولیت بخش رہی تھی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر معذرت پر ہی جرم ختم ہو جاتا ہے تو جہاں تک صوفی محمد کا تعلق ہے وہ مرد درویش تو کبھی معذرت نہ کرے گا لیکن پاکستان بھر کی تمام جیلوں کے دروازے کھول دینے چاہئیں کہ وہ سب اپنے جرائم پر معذرت خواہ ہوں گے۔ یہ اُس ریاست کا حال ہے جس کے اصلی اور حقیقی بانی اور معمار وہ مقدس ہستی ہیں جن کا ارشاد مبارک ہے کہ فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرتی تو میں اُس کے ہاتھ کاٹ دیتا۔ وہ ریاست جس کے آئین کی شق 2-A کے مطابق اُس کا مذہب اسلام ہے، وہ اپنے شہریوں کا چہرہ دیکھ کر فیصلہ کرتی ہے۔ اگر چہرہ شریعت محمدی سے مزین ہے تو فیصلہ کچھ اور ہو گا اور اگر چہرے پر دجالی تہذیب مسلط ہے تو فیصلہ کچھ اور ہو گا۔ اللہ ہم پر رحم کرے!

تحریر کے آغاز میں ہم نے دور جدید کی فلاحی ریاستوں کی بے برکتی کا ذکر کیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ یہ فلاحی ریاستیں انسانی ضروریات اور سہولیات کے حوالہ سے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کر رہی ہیں لیکن بدقسمتی سے ان پر ایک آنکھ سے اندھی تہذیب بُری طرح مسلط ہے۔ وہ اس نظر آنے والی دنیا سے آگے دیکھنے سے مکمل طور پر قاصر ہے۔ لہٰذا فلاح انسانیت کا تصور بھی ادھورا اور نامکمل ہے۔ وہ جانتے ہی نہیں یا اُنہیں بھلا دیا گیا کہ انسان جسم اور روح کے مرکب کا نام ہے۔ دونوں کی آسودگی اور اطمینان کے الگ الگ تقاضے ہیں۔ لہٰذا اُن کا فلاح انسانیت کا تصور ادھورا ہے، نامکمل ہے، ناپائیدار اور عارضی ہے۔ گویا اُن کا عمل صالح بغیر ایمان کے ہے، جو فانی دنیا کے ساتھ ہی فنا ہو جائے گا۔ ایمان سے محرومی کی وجہ سے تنگ نظری ہے، لہٰذا عدل بھی اپنی قوم تک محدود رہتا ہے۔ اس بات کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ چونکہ اپنی قوم کو جوابدہ ہیں لہٰذا عدل قوم تک محدود ہے، اگر اللہ کے حضور جوابدہی کا تصور ہوتا تو اللہ کی کُل مخلوق سے عدل کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسا عدل قائم کرنا مومن فرد اور مومن ریاست کے کرنے کا کام ہے۔ تب ہی حقیقی فلاح انسانیت ممکن ہے۔

☆☆☆☆☆

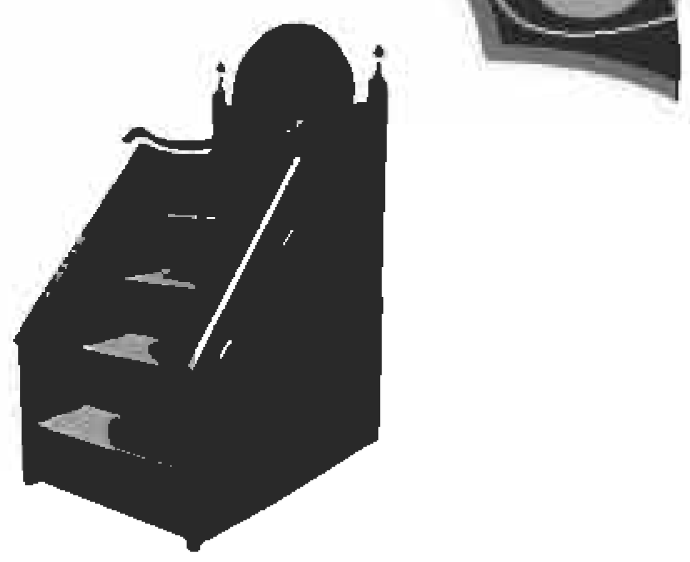

یومِ مزدور ـــــ چند چشم کُشا حقائق

انسانی حقوق کا تحفظ صرف اسلام میں ہے!

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید ﷾ کے یکم مئی 2015ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

خطبات جمعہ میں قرآن مجید کا سلسلہ وار مطالعہ جاری ہے' لیکن آج میں اس سلسلہ کو موقوف کرتے ہوئے یوم مئی کے حوالے سے کچھ بات کرنا چاہ رہا ہوں اور اس ضمن میں، میں نے سورۃ الحدید کی آیت 25 کی تلاوت کی ہے۔ اس آیت کے بارے میں والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا فرمان ہے کہ یہ قرآن مجید کی سب سے بڑی انقلابی آیت ہے، لیکن یوم مئی کے ساتھ بھی اس کا بہت گہرا تعلق ہے۔ فرمایا:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾

''ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان اُتاری تا کہ لوگ عدل وانصاف پر قائم ہو جائیں۔''

یہاں تین چیزوں کا تذکرہ فرمایا گیا ہے جو رسولوں کے ساتھ بھیجی گئیں: (1) بینات (2) کتاب (3) میزان۔ ''بینات'' کا لفظ عام طور پر رسولوں کے تذکرے میں معجزات کے لیے آتا ہے، ''کتاب'' کا مفہوم واضح ہے جبکہ ''میزان'' کو اردو میں ترازو کہتے ہیں۔ اس میزان کو پوری دنیا میں عدل وانصاف کی علامت قرار دیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کی عمارتوں کے اوپر ایک ترازو نصب کیا جاتا ہے۔ اصطلاحی معنی میں میزان سے مراد عادلانہ نظام ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو ایک مکمل عادلانہ نظام دے کر بھیجا ہے تا کہ اللہ کی زمین پر ایسا نظام قائم ہو جس سے تمام لوگوں کو ان کے حقوق پورے عدل وانصاف کے ساتھ ملیں اور کسی کا استحصال نہ ہو۔

اس نظام عدل وقسط کے حوالے سے یہ حقیقت مدنظر رہنی چاہیے کہ معاشرے کے مراعات یافتہ طبقات کے لیے یہ نظام کسی قیمت پر قابل قبول نہیں ہوتا۔ اس لیے جونہی اس کے قیام کے لیے ٹھوس کوششوں کا آغاز ہوگا، یہ طبقات ان کوششوں کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کے لیے آموجود ہوں گے۔ چنانچہ آیت کے اگلے حصے میں ایسے عناصر کی سرکوبی کا نسخہ بتایا جا رہا ہے:

﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾

''اور ہم نے لوہا بھی اُتارا ہے' اس میں شدید جنگی صلاحیت ہے اور لوگوں کے لیے دوسری منفعتیں بھی ہیں۔''

مرتب: حافظ محمد زاہد

اس نظام کو قائم کرنے کے لیے فولاد کی قوت استعمال کرنی پڑے گی اس لیے کہ مراعات یافتہ طبقات (جو غریبوں کا خون چوس رہے ہوتے ہیں) وہ کبھی انصاف پر مبنی نظام کو نہیں آنے دیں گے۔ آیت کے آخری حصہ میں فرمایا گیا:

﴿وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ (25)﴾

''تا کہ اللہ جان لے کہ کون مدد کرتا ہے اُس کی اور اُس کے رسولوں کی غیب میں ہونے کے باوجود۔ یقیناً اللہ بہت قوت والا' بہت زبردست ہے۔''

گویا اس نظام کے نفاذ کی کوششوں سے پتا چلے گا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سچے وفادار کون ہیں جو اس نظام کو قائم کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے، اور کون ہے جو باطل نظام کا وفادار بن کر اسلام کے غلبے کا راستہ روکنے کے لیے فرنٹ لائن کا کردار ادا کر رہا ہے۔

اللہ عزوجل نے یہ کامل عادلانہ نظام اس لیے دیا تھا تا کہ دنیا سے بے انصافی اور استحصال کا خاتمہ ہو، جو آج قدم قدم پر موجود ہے۔ اللہ کے اس نظام کے علاوہ کوئی نظام بھی اس استحصال کو ختم نہیں کر سکتا۔ آج کے نظام ''جمہوریت'' کو انسانی سوچ اور فکر کی بلندی کا آخری لیول سمجھا جاتا ہے' لیکن یہ بدترین استحصالی نظام ہے۔ یہ سرمایہ دارانہ جمہوری نظام' سود کی بنیاد پر قائم ہے لیکن دکھایا یہ جا رہا ہے کہ یہ نظام انسانیت کی معراج ہے۔ چنانچہ انہوں نے یہ طریقہ نکالا کہ جن طبقات کا استحصال ہو رہا ہے ان کے لیے ایک دن مخصوص کر دو تا کہ وہ خوش ہو جائیں اور لوگ بھی کہیں کہ کتنا اچھا نظام ہے جس میں غریب طبقے کے لیے بھی دن مخصوص ہیں۔

اس ضمن میں یہ سمجھیے کہ حقیقت کے اعتبار سے یوم مزدور کیا ہے اور اس کی نوبت کیوں آئی تھی۔ 1886ء میں شکاگو میں احتجاج کے دوران مزدوروں کے اوپر ظلم وتشدد ہوا تھا۔ ان کے مطالبات یہ تھے کہ ہم سے جبری مشقت نہ لی جائے اور اوقات کار کا تعین کیا جائے۔ شروع شروع میں جب انڈسٹریلائزیشن ہوئی تو مزدوروں کا استحصال بھی آخری درجے پر تھا۔ سارے وسائل ایک خاص طبقے کے ہاتھ میں تھے۔ حکومتیں مزدوروں کے حقوق کا ذمہ لینے کے لیے تیار نہیں تھیں۔ وہ ایک طبقہ جو سارے اختیارات اور وسائل پر قابض ہوتا ہے' وہ باقیوں کا خون چوستا ہے۔ حکومت تو نام ہی اسی کا ہے۔ شہنشاہیت

بھی اسی کا نام تھا اور اسی نے پھر مختلف شکلیں بدلیں۔ اس حوالے سے اقبال کا شعر یاد آ گیا۔ ابلیس اپنے چیلوں سے کہہ رہا ہے:

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس

اس کا پس منظر بھی دلچسپ ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں مزدور کو حقوق نہیں مل رہے تھے تو اس کے ردعمل میں اشتراکیت پوری قوت کے ساتھ پھیلا۔ یہ پہلے روس میں آیا، پھر مشرقی یورپ سے ہوتا ہوا امریکہ تک پہنچا۔ اس تناظر میں اقبال کہہ رہے ہیں کہ نظام کی تبدیلی کے بعد ابلیس اپنی مجلس شوریٰ منعقد کرتا ہے اور اس کے چیلے چانٹے کہتے ہیں کہ اشتراکیت تو عدل وانصاف والا نظام معلوم ہوتا ہے جس کے بعد اب ہمارے شیطانی کھیل کے لیے کوئی گنجائش نہیں رہے گی۔ سرمایہ دارانہ نظام میں تو ہم اپنی شیطنت کا کھیل بھرپور کھیلتے تھے۔ اشراکیت میں تو انفرادی ملکیت ہے ہی نہیں' بلکہ سارا کچھ سرکاری انتظام میں ہوگا۔ سرمائے کی دوڑ ختم ہو جائے گی تو پھر ہمارے لیے کیا بچے گا؟ اس کے بعد شیطان صدارتی خطبہ دیتے ہوئے کہتا ہے کہ اشتراکیت اور مزدکیت ہمارے لیے خطرہ نہیں ہے:

کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو اشتراکی کوچہ گرد
یہ پریشاں روزگار' آشفتہ مغز' آشفتہ ہُو

تم سمجھتے نہیں ہو، یہ اشتراکیت بھی سرمایہ دارانہ نظام ہی کی ایک شکل ہے۔ یہ بھی فطری نظام نہیں ہے۔ اصل خطرہ تو مجھے اسلام اور اُمت مسلمہ سے ہے:

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس اُمت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرارِ آرزو!
خال خال اِس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشک سحر گاہی سے جو ظالم وضو!
جانتا ہے جس پہ روشن باطنِ ایام ہے
مزدکیت فتنۂ فردا نہیں' اسلام ہے!

ابلیس کا کہنا تھا کہ اسلام نے عدل وانصاف کا جو نظام دیا ہے اس نے سرمایہ داری کی جڑ کاٹی ہے۔ اگر وہ نظام قائم ہو گیا تو پھر ہمارے لیے کوئی گنجائش نہیں رہے گی۔ اسی خطاب میں اس نے جمہوریت کے حوالے سے بھی یہ بات کہی کہ:

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خودشناس و خودنگر

یہ ہے جمہوری نظام کے بارے میں اقبال کی رائے! اصل میں سرمایہ دارانہ نظام کے تحفظ کے لیے جو سیاسی نظام وضع کیا گیا ہے وہ جمہوریت ہے' جبکہ اصل فتنہ سرمایہ داری نظام ہے۔

والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ تین مسائل ایسے ہیں جن میں انسانی عقل سو فیصد عاجز ہے۔ ان میں ہمیں آسمانی ہدایت لازماً چاہیے، اس لیے کہ انسان اپنی عقل سے ان میں معتدل راستہ اختیار کر ہی نہیں سکتا۔

(1) پہلا مسئلہ یہ ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان توازن کیسے قائم کیا جائے؟ اس میں ہمیشہ انسانی تاریخ میں دو انتہائیں رہی ہیں۔ زیادہ تر تو عورت کو اس بری طرح کچلا گیا ہے کہ اس کا استحصال ہوا ہے' لیکن کبھی کبھی عورت اس طور سے اُبھری ہے کہ وہ قلوپطرہ بنی ہے۔ اسی طریقے سے آج بھی عورت کو آزادی کے نام پر سبز باغ دکھا کر باہر نکالا گیا ہے' جس نے پورے معاشرے کو تلپٹ کر کے رکھ دیا ہے۔ عورت کو جتنا بے وقوف اس زمانے میں بنایا گیا ہے، اس سے پہلے ایسا کبھی نہ تھا۔ عورت سمجھ رہی ہے کہ اس نے کامیابی کے بڑے اونچے اہداف حاصل کر لیے ہیں' جبکہ حقیقت میں اسے دو طرف سے کچلا جا رہا ہے۔ لہٰذا مرد اور عورت کے درمیان کسی طور پر بھی انسانی عقل توازن قائم نہیں کر سکتی۔

(2) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ فرد اور اجتماعیت میں توازن کیسے قائم کیا جائے؟ آسان مثال سے اس کو یوں سمجھئے کہ امریکہ' یورپ اور بہت سے دوسرے ملکوں میں موت کی

پریس ریلیز 8 مئی 2015ء

اٹارنی جنرل کا عدالت میں یہ کہنا کہ آئین کا کوئی بنیادی ڈھانچہ موجود نہیں، جھوٹ کی انتہا ہے۔ قرارداد مقاصد کی حیثیت آئین کے بنیادی ڈھانچے اور فریم ورک کی ہے

امریکہ میں توہین آمیز خاکوں کے مقابلے مغرب کی اسلام سے بغض اور مسلمان حکمرانوں کی بے حسی کا نتیجہ ہے

حافظ عاکف سعید

قرار داد مقاصد کی حیثیت آئین کے بنیادی ڈھانچے اور فریم ورک کی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے میر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے اٹارنی جنرل کے عدالت میں اختیار کردہ موقف کہ آئین پاکستان کا کوئی بنیادی ڈھانچہ سرے سے موجود ہی نہیں ہے، پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ بددیانتی اور جھوٹ پر ڈھٹائی اختیار کرنے کی انتہا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ قرارداد مقاصد کو دیباچے کی بجائے آئین کا باقاعدہ حصہ بنانا اور اس آئین کا یہ قرار دینا کہ اسلام پاکستان کا ریاستی مذہب ہے، اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ پاکستان ایک اسلامی نظریاتی ریاست ہے اور اس میں کوئی قانون سازی قرآن اور سنت سے متصادم نہیں ہوسکتی۔ اُنہوں نے امریکہ میں توہین آمیز خاکوں کے مقابلے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مغرب اسلام دشمنی پر تُلا ہوا ہے وہ ایسی ناپاک جسارت سے اُس وقت تک باز نہیں آئے گا جب تک امت مسلمہ میں اتنی قوت پیدا نہیں ہو جاتی کہ وہ طاغوتی قوتوں کو منہ توڑ جواب دے سکیں۔ آج دنیا میں ستاون اسلامی ممالک ہیں لیکن کہیں بھی اسلامی نظام پوری طرح قائم نہیں جس کی وجہ سے مسلمانوں پر ذلت ومسکنت طاری ہے۔ وہ بہت سے پہلوؤں سے مغرب کے محتاج ہیں جس کی وجہ سے اُس کے خلاف ڈٹ کر کھڑے نہیں ہوسکتے۔ طاغوتی قوتوں کا مقابلہ کوئی اسلامی فلاحی ریاست ہی کر سکتی ہے لہٰذا اسلامی نظام کا قیام ہر مسلمان پر لازم ہو چکا ہے۔۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی)

سزا کو انسانیت کے ساتھ ظلم سمجھا گیا ہے، اس میں وہ فرد کا لحاظ رکھ رہے ہیں لیکن اسلام نے بعض جرائم پر موت کی سزا رکھی ہے اور یہ اجتماعیت کے مفاد میں ہے بایں طور کہ جب جرائم پیشہ افراد کو موت کی سزا دی جائے گی تو پھر اجتماعیت اچھے طریقے سے آگے بڑھے گی۔ اس معاملے میں بھی انسان توازن قائم کر ہی نہیں سکتا۔

(3) تیسرا مسئلہ سرمایہ اور محنت کے توازن کا ہے کہ مزدور کا حق کتنا ہے اور سرمایہ دار کا کتنا ہے۔ انسانی ذہن اس حوالے سے بھی اپنی صلاحیت کی بنیاد پر کبھی بھی متوازن نظام بنا ہی نہیں سکتا۔ اقبال کا ایک شعر سنا دیتا ہوں:

زمانہ کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا
طریق کوہ کن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی

یہ صرف اللہ ہے جو سب کا خالق ہے اور وہی باقی معاملات کی طرح ان تینوں معاملات میں بھی توازن قائم کرسکتا ہے۔ چنانچہ مزدوروں کے حقوق کا مسئلہ کبھی بھی حل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اللہ کا دیا ہوا نظام قائم نہ ہو جائے۔

آج سرمایہ دارانہ نظام پوری دنیا پر حاوی ہے۔ فرانس کے انقلاب کے بعد سودی نظام شروع ہوا۔ اس کو پھیلانے والے اور آج پوری دنیا کو سود کے ذریعے کنٹرول کرنے والے یہود ہیں۔ مٹھی بھر یہود نے پوری دنیا کے سرمایہ کو اپنے ہاتھ میں لیا ہوا ہے۔ امریکہ میں ڈالر کا کنٹرول حکومت امریکا کے پاس نہیں ہے' بلکہ یہودیوں کے ہاتھ میں ہے۔ اسی طریقے سے بینک آف انگلینڈ، بینک آف جاپان اور یورپ کے تمام سنٹرل بینک یہودیوں کے زیر انتظام ہیں۔ پھر اسی سرمایہ دارانہ سودی نظام کو تحفظ دینے کے لیے انہوں نے جمہوری نظام وضع کیا۔ جسے اقبال نے اس وقت دیکھ کے کہا تھا۔

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن' اندروں چنگیز سے تاریک تر!

چنانچہ اس سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف آوازیں بھی اٹھیں اور احتجاج بھی ہوا۔ اس ضمن میں سوچا گیا کہ اس طریقے سے تو پورا سرمایہ دارانہ نظام ختم ہو جائے گا اور اشتراکی سیلاب ہمارے اس سارے نظام کو بہا کے لے جائے گا۔ لہٰذا فیصلہ کیا گیا کہ مزدور کو تھوڑے بہت حقوق دو اور بیروزگاروں کو وظیفہ بھی دو، ورنہ یہ کل کو امیروں کے پیٹ پھاڑیں گے۔ اصل میں اس ڈر سے مزدوروں کو کچھ نہ کچھ حقوق دیے گئے ہیں۔

کچھ ہی عرصے پہلے سرمایہ دارانہ سودی نظام کے خلاف امریکہ میں Occupy Wall Street تحریک شروع ہوگئی تھی اور اس تحریک کو کچلنے کے لیے پولیس نے بے انتہا مظالم ڈھائے۔ سود کے شکنجے میں پھانس کر ایک شخص کو بنک نادہندہ قرار دے کر اس سے اس کا گھر بھی چھین لیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس تحریک کو کچلنے کے لیے ایسے لوگوں کو ان کے مکانات سے زبردستی بے دخل کیا گیا جو بنک نادہندہ تھے اور سودی قسط پوری نہیں کرسکے تھے۔ اور پھر امریکا جیسے ملک میں بھی ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس قسم کی ایک فضا پیدا کردی جاتی ہے کہ انہوں نے اگر سود نہیں دیا تھا تو اب ان کو اس گھر سے محروم ہونا چاہیے، اس لیے کہ سرمایہ دارانہ نظام کے کچھ تقاضے ہیں۔ اس ضمن میں مجھے اقبال کے اشعار یاد آ رہے ہیں۔

ایں بنوک ' ایں فکرِ چالاک یہود
نور حق از سینۂ آدم ربود
تا تہ و بالا نہ گردد ایں نظام
دانش و تہذیب و دیں سودائے خام

یعنی اس سرمایہ دارانہ نظام کے نتیجے میں ایک تو استحصال ہو رہا ہے اور دوسرا لوگوں کے دلوں سے وہ نورِ حق (جو انسان کو حیوان سے ممیز کرتا ہے) جاتا رہتا ہے اور اس سے محروم ہو کر انسان نرا حیوان بن جاتا ہے۔ جب تک اس سودی اور بینکاری نظام کو جڑ سے نہیں اُکھاڑا جاتا تب تک انسان اپنی حقیقت پر کبھی آ ہی نہیں سکتا۔ اس وقت تک کہاں کی دانش' کون سی تہذیب اور کیسا دین!

الغرض یہ یوم مزدور کوئی سادہ سا مسئلہ نہیں ہے' اس کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ اصل میں یہ اس جمہوری نظام اور سرمایہ دارانہ نظام کے امتزاج کا ایک نتیجہ ہے جس کو آج آئیڈیل بنا کر پوجا جا رہا ہے۔ اس کو اصل اور حقیقی خطرہ صرف اور صرف اسلام کے نظام عدل وقسط سے ہے۔ موجودہ دور میں war on terror بھی ان مسلمانوں کے خلاف شروع کی گئی ہے جو اس نظام کو نافذ کرنے کی بات کرتے ہیں' ورنہ امریکا کو ایسے مسلمانوں سے کوئی پریشانی نہیں جو صرف نماز، روزے اور وظیفے میں رہیں۔ یہودی اس وقت ابلیس کے سب سے بڑے ایجنٹ ہیں۔ حضرت آدمؑ کے خلاف جو کردار ابلیس کا تھا، آج پوری نوع انسانی کے حوالے سے وہ یہود کا ہے۔

اسلام نے نہ صرف یہ کہ مزدور اور سرمایہ دار کے حقوق کا تحفظ کیا ہے بلکہ اسی تحفظ کے لیے ہی سود اور جوئے کو حرام قرار دیا ہے۔ اسلام میں سرمایہ کاری پسندیدہ ہے' لیکن سرمایہ داری غلط ہے۔ اسلام نے ایسا نظام دیا ہے کہ جس میں کسی طبقے کا استحصال نہ ہو۔ اس کے ساتھ محنت کی عظمت کے حوالے سے آنحضور ﷺ کے جو اقوال ہیں اور آپ ﷺ کے طرزِ عمل سے جو رہنمائی ملتی ہے' وہ اضافی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:'' ہاتھ سے کمائی کر کے کھانے والا شخص اللہ کا دوست ہے''۔ ایک صحابی حضرت سعدؓ سے آپ ﷺ نے مصافحہ کیا۔ آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ ان کے ہاتھ کھردرے (سخت) ہیں۔ پوچھا: کیا معاملہ ہے؟ کہنے لگے کہ میں محنت مزدوری کر کے کمائی کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ چوم لیے۔ اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی اور ہر رسول نے اجرت پر بکریاں چرائی ہیں اور میں بھی حقیر سی اُجرت پر قریش کی بکریاں چراتا رہا ہوں۔ ہم مزدوروں کے حوالے سے جو بھی اقدامات اٹھالیں لیکن جب تک اللہ کے دیے ہوئے نظام عدل وقسط کو نافذ نہیں کرتے' ان کا استحصال کبھی ختم ہو ہی نہیں سکتا اور مزدور کو اس کا حق مل ہی نہیں سکتا۔ کسی نہ کسی طریقے سے سرمایہ دار اس کے ساتھ ناانصافی کرتا ہی رہے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کا نظام عدل وقسط نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

دعائے مغفرت — إنا لله وإنا إليه راجعون

☆ فیصل آباد شمالی کے مقامی امیر محمد فاروق نذیر اور نقیب اسرہ عبدالرؤف نذیر کی والدہ محترمہ گزشتہ دنوں عمرہ کی ادائیگی کے بعد مکہ مکرمہ میں وفات پاگئیں

☆ تنظیم اسلامی حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے منفرد اسرہ تخت بھائی کے ایک حبیب جناب سدیر کے بڑے بھائی وفات پاگئے

☆ تنظیم اسلامی حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی مقامی تنظیم نوشہرہ کے رفیق جناب نواز علی کے ماموں وفات پاگئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی مرحومین کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

نورِ آفتاب کجا!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

نائن الیون کے بعد صرف ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی بلند بالا عمارت صفر نہیں ہوئی۔ ظاہری اور سطحی قانون کی حکمرانی، عدل و انصاف کی بالادستی، انسانی حقوق کے پرچار اور ڈھنڈورے سب ہی زمین بوس ہو گئے۔ بلند بانگ دعووں، نعروں کی جگہ ایک گراؤنڈ زیرو کا چٹیل میدان یہاں بھی وجود میں آیا۔ مجسمۂ آزادی اور اقوام متحدہ، سلامتی کونسل سب کی قلعی کھل گئی۔ اس کے بعد لامنتہا جنگوں کا جو جنگل اگا وہ ایسا تھا کہ جنگل کا قانون بھی بھونچکا رہ گیا۔ یہ جنگیں ماورائے عدالت خون کی ندیاں بہانے اور عقوبت خانوں کے جال بچھانے میں تاریخ کے سارے ریکارڈ توڑ گئیں، شرق تا غرب۔ گوانتانامو سے رہائی پانے والے شام اور تیونس کے افراد نے زندگی کے بارہ سال جیل میں بلاثبوت بلاشہادت جھونکے رکھنے پر احتجاج کیا ہے۔ امریکہ ہرجانہ ادا کرے۔ حالانکہ انہیں تو چپکے بیٹھ کر خیر منانی چاہیے کیونکہ 50 افراد وہ ہیں جن کے لیے امریکہ (آئین، قانون، حقوق کی بالادستی کے چیمپیئن) نے نادر شاہی حکم صادر کیا ہے کہ انہیں بغیر الزام یا مقدمے کے ہمیشہ قید رکھا جائے گا۔ یہ گوانتانامو ہے۔ اس کے دیگر انڈے بچے ہزاروں کی تعداد میں عقوبت خانے مسلم دنیا بشمول پاکستان اسی دھونس کے تحت پنپ رہے ہیں۔ وہ 50 تو پتہ ہیں کہ کون ہیں، کہاں ہیں۔ ریڈ کراس والے لواحقین سے رابطے کی کوئی نہ کوئی صورت بنا لیتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں کھلی چھٹی ہے۔ کوئی سوال کرنے کا مجاز نہیں۔ عدالتیں خاموش ہو گئیں۔ آمنہ جنجوعہ خاموش کروا دی گئیں۔ جو زیادہ سراپا سوال بنا وہ سلیم شہزاد، حامد میر، سبین محمود ہو گیا۔ لہٰذا طے پایا کہ سچ اچھا، پر اس کے جلو میں زہر کا ہے اک پیالہ بھی۔ پاگل ہو؟ کیوں ناحق کو سقراط بنو، خاموش رہو! ارکان اسمبلی، سویلین حکومت بڑی سیانی ہے۔ کرسی بچانے کو سقراطی بقراطی سے توبہ کیے چپ کر کے جو بل سامنے آ جائے، ربر سٹیمپ بن کر ٹھپے لگاتے جاؤ۔ سوال نہ کرو۔ 21 ویں ترمیم شہری آزادیاں، آئین کے عطا کردہ حقوق نگل جائے۔ اور اب سائبر کرائم بل پر ٹھپہ لگ رہا ہے۔ نت نئے بھیڑیا میمنہ قوانین اور انگوٹھا چھاپ نمائندگانِ عوام کالانعام! چپ کر کے پاس کر دو۔ تنخواہیں، مراعات، جہازوں کے جھولے، سیر سپاٹے، عشائیے ظہرانے یہی ہے کل مآل جمہوریت! ہاں یہ ضرور ہے کہ اس عیش و طرب سے نکل کر تنہا تنہا دو چادریں (فقط!) اوڑھ کر خالی ہاتھ گھر لوٹنا ہے۔ اس دن انسان کو سمجھ آئے گی، مگر اس وقت اس کے سمجھنے کا کیا حاصل؟ وہ کہے گا کہ کاش میں نے اپنی اس زندگی کے لیے کچھ پیشگی سامان کیا ہوتا! پھر اس دن اللہ جو عذاب دے گا ویسا عذاب دینے والا کوئی نہیں اور اللہ جیسا باندھے گا ویسا باندھنے والا کوئی نہیں۔ (الفجر:23 تا 26)

آج اقتدار اور طاقت کا نشہ بہت کچھ بھلا دیتا ہے۔ تاہم حق تو قرآن عظیم نے بتا دیا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ اس گھڑی کو جھٹلا چکے ہیں...... (جہنم)...... یہ اس کے غضب اور جوش کی آوازیں سن لیں گے۔ اور جب یہ دست و پابستہ ایک تنگ جگہ ٹھونسے جائیں گے تو اپنی موت کو پکاریں گے۔ (اس وقت ان سے کہا جائے گا) آج ایک موت نہیں بہت سی موتوں کو پکارو۔ (الفرقان 11 تا 14) ہر فرد شرق تا غرب بلا استثناء وہ دن دیکھ کر رہے گا جسے ان پڑھ کافر بے جانے جھٹلاتا ہے اور بہت سے کم نصیب مسلمان کبوتر بنے آنکھیں بند کیے بیٹھے ہیں۔

ادھر بے موسم موسلا دھار بارشیں قہر الٰہی بن کر برسیں۔ وہ وقت جب کسان تیار پکی فصل پر چاہتا ہے کہ بوند سونے کی بھی ہو تو نہ برسے، چھاجوں مینہ برسا۔ بے اماں پشاور میں شہری حکومت کی راہ تکتے رہے۔ مہربانوں کے دیر سے فوٹو سیشن کے لیے آنے پر بہت لے دے ہوئی۔ عمران خان بہت سوں کے لیے نئی اور بہتر سیاست کی ایک امید تھا۔ مگر دھرنوں میں اور بعد ازاں رہی سہی امیدیں بھی دم توڑ گئیں۔ طریقِ کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی، ہر آن ثابت ہوا۔

ہفتۂ رفتہ اوباما کو ماورائے عدالت ڈرون حملوں کے ذریعے قتل پر جوابدہی کے کٹہرے میں کھڑا ہونا پڑا۔ پاکستان کی فرمائش پر امریکہ پاکستان مشترکہ ڈرون آپریشن اب کوئی ڈھکا چھپا راز نہیں۔ ’’اوباماز وارز‘‘ کتاب میں کھلے اعتراف، عالمی میڈیا، وکی لیکس کی ان گنت رپورٹیں ہماری مخبریوں اور امریکی ڈرون حملوں کی داستان بار بار سنا چکیں۔ تاہم اس مرتبہ آدھی رات کو صدر امریکہ کو وائٹ ہاؤس میں امریکی شہری اور ایک اطالوی کو نشانہ بنانے پر جوابدہی اور قوم سے معافی مانگنے آنا پڑا۔ صدر کی تقریر کے بعد صحافی ان کے ترجمان پر تابڑ توڑ سوالات کرتے رہے۔ صدر اوباما نے ایک مرتبہ بھی اسے ڈرون حملہ نہ کہا بلکہ مارے گھگھیاہٹ کے کاؤنٹر ٹیررازم آپریشن کہتے رہے! صحافیوں نے بار بار سوال اٹھایا کہ جنہیں نشانہ بنایا، ان کے خلاف مقدمہ کس عدالت میں چلا؟ جرم کے ثبوت کیا تھے؟ اسے ماورائے عدالت کارروائی قرار دیا اور یوں اوباما نے شرمسار ہو کر معافی مانگی! اخبارات میں شدید تنقید ہوئی کہ دیگر ممالک میں تو سی آئی اے کو خصوصی تاکید ہے کہ احتیاط برتی جائے، شہری نشانہ نہ بنیں تاہم پاکستان میں سی آئی اے کو کھلی چھوٹ ہے (جس کے ذمہ دار ہماری حکومت اور ادارے ہیں)۔

اسی پر بس نہیں۔ امریکہ میں سیاہ فام صدر کے ہوتے ہوئے بھی سیاہ فام اقلیت تسلسل سے پولیس گردی کا نشانہ بن رہی ہے۔ نیویارک اور فرگوسن کے بعد تازہ ترین واقعے میں اب بالٹی مور میں زیر حراست نوجوان پولیس کے ہاتھوں مارا گیا۔ احتجاجی مظاہروں کی لہر نے امریکہ کے کئی شہروں بشمول نیویارک، بوسٹن، واشنگٹن کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ بالٹی مور میں کرفیو اور ہنگامی حالت کا نفاذ کرنا پڑا۔ توڑ پھوڑ، لوٹ مار ہوئی۔ سرکاری و نیم سرکاری اور نجی املاک جلائی گئیں۔ اوباما سر پکڑے بیٹھا ایک طرف اپنے ہم نسلوں کے دہکتے جذبات ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہا ہے، دوسری جانب اس تشویش کا اظہار بھی کیا ہے کہ پولیس کے ہاتھوں نہتے سیاہ فاموں کو مارا گیا۔ ان واقعات کا تسلسل پریشان کن ہے۔ جس علاقے کا یہ نوجوان تھا وہ

بالٹی مور (چارم سٹی کہلانے والا) کا پسماندہ علاقہ ہے، امریکی چہرے کا وہ رُخ کہ جہاں ایک تہائی خاندان خطِ غربت سے نیچے زندگی گزارتے ہیں۔ 23 فیصد بے روزگار، 10.4 پیرول پر رہا مجرم، 43.4 فیصد طلبہ ہائی سکول سے مستقلاً رعموماً غائب رہنے والے ہیں! امریکہ، سیاہ فام صدر منتخب کرنے کے باوجود آج تک سفید نسل کی بالادستی اور رنگ و نسل کے تعصب سے باہر نہیں آ سکا۔

تعصبات سے اصلاً اور حقیقتاً ماوراً صرف ایک نظامِ زندگی ہے جس نے بر سرِ زمین اسے قائم کر کے دکھایا ہے۔ انسانی نظام ہائے زندگی میں انسانی جہالتوں اور تعصبات کے چنگل سے نکلنا ممکن نہیں۔ اسلام، اللہ کا مبنی بر عدل و انصاف نظام جذبات، میلانات، نسل، طبقے سے آزاد تصورِ حیات پوری انسانیت کے لیے فلاح کا ضامن ہے۔ بلال حبشی ؓ (مؤذنِ رسول ﷺ)، زیدؓ بن حارث، اُم ایمنؓ اور اسامہ بن زیدؓ سے نبی ﷺ کی بے مثل محبت۔ مسلم معاشرے میں ان آزاد کردہ حبشی غلاموں کا مقامِ عظمت و رفعت حقوقِ انسانی اور مساوات کے کھوکھلے نعرہ بازوں کو شرمانے کے لیے کافی ہے۔ نبی ﷺ کے زانوئے مبارک پر ایک طرف گورے چٹے چندے آفتاب و ماہتاب حسنؓ، نواسۂ رسول ﷺ ہیں اور دوسری جانب سیاہ فام، موٹے، حبشی نقوش والے ننھے اسامہ بن زیدؓ ہیں۔ محبت کے زمزمے دونوں محبوب بچوں پر یکساں پھوار برسا رہے ہیں! آج گلوبل ویلج کے سارے غموں اور دکھوں کا مداوا صرف اسلام ہے۔ انسانیت اور کل عالم کی فلاح کا ضامن! اس سے دنیا کو دور رکھنے کے لیے کافر و مسلم بدنصیبی سے سر جوڑے پوری دنیا کا اسلحہ اور ظلم و قہر برسا رہے ہیں!

چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا!

☆☆☆☆☆

اعتذار

''ندائے خلافت'' کے شمارہ 17 میں صفحہ 10 پر ''دعائے مغفرت کی اپیل'' کے عنوان کے تحت حلقہ کراچی شمالی (گلستان جوہرا) کے رفیق جناب سید آعمش علی کے انتقال کی خبر شائع ہوئی ہے جبکہ درحقیقت ان کے والد محترم رحلت فرما گئے تھے۔ اس سے جناب سید آعمش علی، ان کے اہل خانہ اور دیگر متعلقین کو جو ذہنی اذیت اٹھانا پڑی، ادارہ اس کے لیے معذرت خواہ ہے۔

اسلام میں قرض کی شرائط و آداب اور ادائیگی کی دعائیں

مولانا محمد عارف

اسلام باہمی محبت، صلہ رحمی، تعاون اور خیر خواہی کا مذہب ہے۔ یہ اپنی تعلیمات کے ذریعہ پوری انسانی برادری کے درمیان محبت و مروت، انسانی ہمدردی و رواداری، امداد و معاونت اور حسن سلوک کی اعلیٰ روح پیدا کرنا چاہتا ہے تاکہ انسان اخلاق و محبت کی ایک کڑی میں منسلک ہو کر پورے امن و سکون اور چین و راحت کے ساتھ حقوق عبدیت ادا کر سکیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ص﴾ (المائدہ:2)

''تم نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔''

دوسروں کے کام آنا اور بوقت ضرورت ان کا ہاتھ بٹانا اسلام کی نظر میں نہایت عمدہ عمل ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

''جس نے کسی مومن کی کوئی دنیوی تکلیف دور کی تو اللہ قیامت کے دن اس کی تکلیف دور فرمائے گا اور جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی تو اللہ اس کے لیے دنیا و آخرت میں آسانیاں پیدا کرے گا۔'' (صحیح مسلم)

معاشرے میں رہتے ہوئے کبھی انسان کو وسائل کی کمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس وقت اسے اپنے بھائیوں کی مدد کی ضرورت پیش آتی ہے۔ قرض بھی مدد کی ایک شکل ہے۔ ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کسی سے قرض مانگنا پڑتا ہے۔ قرض ایک معاشرتی ضرورت ہے۔ ذیل میں قرض کی شرائط و آداب کا کتاب و سنت کی روشنی میں ذکر کیا جاتا ہے۔

قرض کا مفہوم

قرض کا لغوی معنی کاٹنا ہے۔ اسے قرض اس لیے کہتے ہیں کہ صاحب مال اپنے مال کا ایک حصہ کاٹ کر مقروض کو دیتا ہے۔

امام ابن حزم ؒ نے قرض کی یہ تعریف کی ہے: ''قرض یہ ہے کہ تو اپنے مال میں سے کوئی چیز کسی کو اس شرط پر دے کہ وہ اس کی مثل تجھے ابھی ادا کرے گا یا ایک مقررہ مدت کو۔'' (المحلی)

قرض کی شرعی حیثیت

اپنے بھائیوں سے بوقت ضرورت قرض کی صورت میں مدد لینا اور دینا جائز ہے لیکن بلاوجہ، فضول خرچی یا حرام کاموں میں خرچ کرنے کے لیے قرض کا بوجھ اٹھانا ناپسندیدہ ہے۔ نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ کرامؓ اپنی ضروریات کے لیے قرض لے لیتے تھے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ ؓ سے چالیس ہزار درہم قرض لیا اور ادائیگی کرتے وقت انہیں برکت کی دعا بھی دی (سنن ابن ماجہ)۔ لیکن عام حالات میں قرض لینا سخت ناپسندیدہ ہے کیونکہ بلاضرورت قرض لینا دو کبیرہ گناہوں جھوٹ اور وعدہ خلافی کا سبب بنتا ہے۔ کوئی ایک آدھ قرض دار وقت معینہ پر قرض واپس کرتا ہے ورنہ اکثر وعدہ خلافی کرتے ہیں اور عدم ادائیگی میں جھوٹ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے: ''بلاشبہ جب آدمی مقروض ہو جاتا ہے تو بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔'' (صحیح البخاری) لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے۔ امیر المومنین عمر فاروق ؓ فرماتے ہیں: ''خبردار! قرض سے بچو کیونکہ اس کی ابتدا غم ہے اور انتہا جنگ ہے۔'' (موطا امام مالک)

قرض لینے کی شرائط

○ جائز سبب: بلاضرورت یا فضول خرچی کے لیے قرض لینا درست نہیں، جیسا کہ آج کل شادی بیاہ کی ہندوانہ رسومات کو ادا کرنے اور برادری میں اپنا نام اونچا کرنے کے لیے عموماً قرض لیا جاتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ''اگر قرض اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کاموں کے لیے نہ لیا گیا ہو تو ادائیگی قرض تک اللہ تعالیٰ مقروض کے ساتھ ہوتا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ)

○ ادائیگی قرض کی سچی نیت: لوگوں کے مال ہڑپ کرنے کے ارادے سے قرض لینا غلط ہے۔ ارشاد نبوی

ہے: ''جو شخص ادائیگی کی نیت سے لوگوں سے مال (بطور قرض) لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کا بندوبست کر دیتا ہے اور جو شخص انہیں برباد کرنے کی نیت سے لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو برباد کر دیتا ہے۔'' (صحیح البخاری)

○ صرف اتنا قرض لینا چاہیے جتنا ادا کرنا ممکن ہو اور مقروض کے پاس اس کے وسائل بھی ہوں۔ ایسا قرض لینا درست نہیں جس کی واپسی کے امکانات اور وسائل نہ ہوں۔

قرض دینے کی فضیلت

کسی مسلمان کی مشکل وقت میں مدد کرنا عظیم اجر و ثواب کا باعث ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے: جس نے قرض دیا اسے ہر روز (قرض دی ہوئی رقم کے برابر) صدقے کا ثواب ملتا ہے، پھر اگر مقررہ مدت پوری ہونے پر مزید مہلت دی تو اسے ہر روز دگنے صدقے کا ثواب ملتا ہے۔'' (مسند احمد)

لکھت پڑھت اور گواہی

شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ باہمی عداوت و تفریق اس کا اہم مشن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے باہمی معاملات سلجھانے کے لیے حکماً ارشاد فرمایا: ''مومنو! جب تم آپس میں کسی میعاد معین کے لیے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو اور لکھنے، والا تم میں کسی کا نقصان نہ کرے بلکہ انصاف سے لکھے نیز لکھنے والا جیسا اللہ نے اسے سکھایا ہے لکھنے سے انکار بھی نہ کرے اور مضمون بول کر لکھوائے اور جو قرض لے رہا ہو وہ اللہ سے کہ اس کا مالک ہے خوف کرے اور زر قرض میں سے کچھ کم نہ لکھوائے اور اگر قرض لینے والا بے عقل یا ضعیف ہو یا مضمون لکھوانے کی قابلیت نہ رکھتا ہو تو جو اس کا ولی ہو وہ انصاف کے ساتھ مضمون لکھوائے اور اپنے میں سے دو مردوں کو (ایسے معاملے کے) گواہ کر لیا کرو۔ اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ پسند کرو (کافی ہیں) کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے گی تو دوسری اسے یاد دلا دے گی۔ اور جب گواہ (گواہی کے لیے) طلب کیے جائیں تو انکار نہ کریں۔ اور قرض تھوڑا ہو یا بہت اس (کی دستاویز) کے لکھنے لکھانے میں کاہلی نہ کرنا، یہ بات اللہ کے نزدیک نہایت قرین انصاف ہے۔'' (البقرۃ:282)

قرض کی وصولی کے آداب

قرض کی وصولی ایک کٹھن مرحلہ ہے جس کے لیے اسلام نے ہمیں درج ذیل آداب سکھائے ہیں:

○ ارشاد نبوی ہے: ''جو شخص اپنے حق کا مطالبہ کرے، اسے چاہیے کہ شرافت سے طلب کرے۔ اسے اس کا حق مکمل ملے یا نا مکمل۔'' (سنن ابن ماجہ)

○ قرض کی واپسی کا مطالبہ کرنے میں نرمی اور آسانی کرنا گناہوں کی بخشش کا باعث ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ''تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمایا دیا، وہ چیز بیچتے، خریدتے اور (قرض کا) تقاضا کرتے وقت آسانی اور نرمی کرتا تھا۔'' (جامع الترمذی)

○ قرض کی وصولی میں نرمی اور سہولت دینے والے کو رسول اللہ ﷺ کی خصوصی دعا نصیب ہوتی ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ''اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو بیچنے، خریدنے اور قرض کا مطالبہ کرنے میں سہولت دیتا ہے۔'' (صحیح البخاری)

○ قرض کی وصولی کرتے وقت کچھ رقم معاف کر دینا یا مکمل معاف کر دینا، گناہوں کی بخشش، جنت اور عرش الٰہی کے سائے کے حصول اور اللہ کی رحمت کا سبب ہے۔ (صحیح البخاری و مسلم)

ادائیگی کے آداب

1۔ قرض امانت ہے، اسے ادا کرنا ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حق داروں کو واپس کرو۔'' (النساء:58)

○ ادائیگی میں بلاوجہ ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ (صحیح البخاری)

○ مالدار شخص قرض واپس نہ کرے اور خواہ مخواہ ٹال مٹول کرے تو وہ اپنی بے عزتی اور سزا کو حلال کر دیتا ہے۔ ایسے شخص کے ساتھ قرض خواہ سختی سے پیش آ سکتا ہے۔ (سنن أبي داود)

○ جس کی ادائیگی کی نیت سچی ہو، اسے اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد حاصل ہو جاتی ہے۔ (صحیح البخاری)

○ اچھے طریقے سے ادائیگی کرنے والے کو نبی کریم ﷺ نے بہترین شخص قرار دیا ہے۔ (صحیح البخاری)

○ ادائیگی کرنے والا اپنی خوشی سے زائد ادائیگی کرے تو زائد وصول کرنا جائز ہے۔ (صحیح البخاری)

○ قرض واپس کرتے وقت قرض خواہ کو ان الفاظ میں دعا دے:

﴿بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ﴾

''اللہ تعالیٰ تیرے اہل و عیال اور مال و دولت میں برکت عطا فرمائے۔'' (سنن ابن ماجہ)

قانونی اقدامات

اسلام نے باہمی معاملات سلجھانے کی خاطر فریقین کو لکھت پڑھت کرنے، گواہ بنانے اور مصالحت کی تلقین کی ہے۔ تاہم عدل و انصاف کے پیش نظر بعض حالات میں قانونی اقدامات بھی کیے ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

○ قرض کی ادائیگی میں بلا عذر ٹال مٹول کرنے والا شخص فاسق ہے، اس لیے عدالتوں میں اس کی گواہی قابل قبول نہیں رہتی۔

○ لیت و لعل سے کام لینے والا شخص اپنی عزت و آبرو کھو دیتا ہے اور قرض خواہ کے لیے اس سے سخت کلام کرنا جائز ہو جاتا ہے۔

○ اسلامی عدالت اسے قید کی سزا دے سکتی ہے۔

○ اگر قرض خواہ کی حق تلفی کا خطرہ ہو تو مقروض کے بیرون ملک سفر پر پابندی لگائی جا سکتی ہے۔ البتہ ضامن یا گروی مہیا کرنے پر وہ سفر پر جا سکتا ہے۔

○ اگر مقروض دیوالیہ ہو جائے اور قرض خواہ کو بعینہ اپنا مال مقروض کے ہاں مل جائے تو وہ اس کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔ (صحیح البخاری)

○ عدالت مقروض کی گروی شدہ چیز فروخت کر کے قرض خواہ کو ادائیگی کرے گی۔

○ اگر مقروض کی پراپرٹی اس کے قرضوں کی ادائیگی کے لیے ناکافی ہو تو عدالت مقروض کے مالی معاملات پر پابندی لگا سکتی ہے اور اس کی پراپرٹی فروخت کر کے ادائیگی کرے گی۔

○ ایسے مقروض کا صدقہ بھی واپس ہو جائے گا۔ (صحیح البخاری)

○ مقروض کی وفات پر قرض کی ادائیگی وصیت کے نفاذ سے پہلے ہوگی۔

○ وراثت کی تقسیم سے قبل قرض ادا کیا جائے گا۔

○ نادار مقروض کی مدد زکوٰۃ اور مسلمانوں کے عمومی بیت المال سے کی جا سکتی ہے۔ (سورۃ التوبہ:60)

مقروض کا جنازہ

قرض کا معاملہ کس قدر سنگین ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جنازہ لایا جاتا تو آپؐ اس کے قرض کے متعلق دریافت کرتے۔ اگر وہ مقروض نہ ہوتا یا ادائیگی کے لیے کچھ مال چھوڑ جاتا تو اس کا جنازہ پڑھا دیتے وگرنہ صحابہ کرامؓ کو کہہ دیتے کہ تم جنازہ پڑھ لو یا اگر کوئی صحابی اس کا قرض اپنے ذمے لے لیتا تو آپ ﷺ اس کا جنازہ پڑھا دیتے۔ (صحیح البخاری)

البتہ جب اسلامی فتوحات کی وجہ سے مال غنیمت وافر ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے نادار مسلمانوں کا قرض خود ادا کرنا شروع کر دیا۔ (صحیح البخاری)

مقروض کا تحفہ

مسلمانوں کا تحائف کا تبادلہ کرنا جائز اور محبت میں

اضافے کا باعث ہے لیکن مقروض شخص قرض خواہ کو تحفہ دے تو یہ پسندیدہ فعل نہیں ہے اور نہ قرض خواہ کا لینا درست ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ شریف لائے تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گئے۔ انہوں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت فرمائی: ''تم ایسے علاقے میں ہو جہاں سود عام ہے، لہٰذا جب تم نے کسی سے قرض واپس لینا ہو اور وہ تمہیں گھاس، جو یا چارے کا گٹھا تحفہ دے تو مت لینا کیونکہ بلاشبہ وہ سود ہے۔'' (صحیح البخاری)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو کچھ قرض دے رکھا تھا۔ چنانچہ ایک دن جب وہ اپنے قرض دار کے ہاں قرض واپس لینے گئے تو اس وقت بڑی سخت دھوپ اور گرمی کی شدید تپش تھی انہوں نے سوچا کہ اگرچہ شرعی طور پر اس کی ممانعت نہیں ہے مگر تقویٰ اور احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ میں اس کی دیوار کے سائے سے بھی فائدہ حاصل نہ کروں۔ چنانچہ وہ قرض دار بہت دیر کے بعد گھر سے نکلا اور حضرت امام صاحب اس وقت تک دھوپ ہی میں کھڑے رہے۔ یہ گویا ان کی احتیاط کا درجہ کمال تھا کہ انہوں نے اپنے قرض دار کی دیوار کے سایہ سے بھی اجتناب کیا۔

مقروض کی زکوٰۃ

جمہور علمائے کرام کے نزدیک اگر مقروض کے پاس رقم اس کے قرض کے برابر ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اگر زائد رقم موجود ہو تو اس پر زکوٰۃ دے گا۔

قرض سے نجات کی دعائیں

رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کیا میں تمہیں ایسی دعا سکھا دوں کہ اگر تم پر احد پہاڑ جتنا قرض بھی ہو تو اللہ تمہاری طرف سے ادا کر دے گا۔ اے معاذ! یہ دعا پڑھا کر: ((اَللّٰھُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ رَحْمَانَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِیْمَھُمَا تُعْطِیْھِمَا مَنْ تَشَآءُ وَتَمْنَعُ مِنْھُمَا مَنْ تَشَآءُ اِرْحَمْنِیْ رَحْمَةً تُغْنِیْنِیْ بِھَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ)) ''اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہتا ہے بادشاہت عطا کرتا ہے اور جس سے چاہے چھین لیتا ہے، تو جسے چاہے عزت سے نوازتا ہے اور جس کو چاہے ذلیل کرتا ہے۔ ساری خیر تیرے ہی ہاتھ میں ہے، بلاشبہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے دنیا و آخرت کے نہایت مہربان، انتہائی رحم فرمانے والے! تو جسے چاہے دونوں عطا کرتا ہے اور جسے چاہے ان دونوں سے محروم کر دیتا ہے۔ مجھ پر ایسی رحمت فرما کہ اس کے ساتھ تو مجھے اپنے سوا ہر کسی کی رحمت سے بے نیاز فرما دے۔'' (صحیح الترغیب والترھیب)

☆ ((اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبَّ الْاَرْضِ وَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، رَبَّنَا وَ رَبَّ كُلِّ شَیْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَ النَّوٰی وَمُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَ الْاِنْجِیْلِ وَالْفُرْقَانِ، اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَیْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ م بِنَاصِیَتِهٖ، اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَكَ شَیْءٌ وَّاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَكَ شَیْءٌ وَّاَنْتَ الظَّاھِرُ فَلَیْسَ فَوْقَكَ شَیْءٌ وَّاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَكَ شَیْءٌ، اِقْضِ عَنَّا الدَّیْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ)) ''اے اللہ! ساتوں آسمانوں کے رب! اور عرش عظیم کے رب! اے ہمارے اور ہر چیز کے رب! اے دانے اور گٹھلیوں کو پھاڑنے والے! اور تورات و انجیل اور فرقان (قرآن) نازل کرنے والے! میں تجھ سے ہر اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کی پیشانی تو پکڑے ہوئے ہے۔ اے اللہ! تو ہی اول ہے، پس تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں اور تو ہی آخر ہے، پس تیرے بعد کوئی چیز نہیں اور تو ہی غالب ہے، پس تیرے اوپر کوئی چیز نہیں اور تو ہی باطن ہے، پس تجھ سے پوشیدہ کوئی چیز نہیں ہے۔ ہم سے (ہمارا) قرض ادا کر دے اور ہمیں فقر سے نکال کر غنی بنا دے۔'' (صحیح مسلم)

☆ ((اَللّٰھُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَ اَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ)) ''اے اللہ! تو مجھے اپنے حلال کے ساتھ اپنی حرام (کردہ) چیزوں سے کافی ہو جا اور مجھے اپنے فضل کے ذریعے اپنے ماسوا سے بے نیاز کر دے۔'' (جامع الترمذی)

☆ اس دعا کے متعلق رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: اگر تم پر صیر پہاڑ جتنا قرضہ بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کا بندوبست کر دیتا ہے۔ ((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ)) ''اے اللہ! یقیناً میں تیری پناہ میں آتا ہوں پریشانی اور غم سے، بے بسی اور کاہلی سے، بزدلی اور بخل سے، قرض کے بوجھ اور لوگوں کے تسلط سے۔'' (صحیح البخاری)

☆ ((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ)) ''اے اللہ! بے شک میں عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور فتنہ دجال سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور فتنہ زندگی اور موت سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اے اللہ! یقیناً میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔'' (صحیح البخاری) ☆☆☆

تنظیمی اطلاعات

حلقہ کراچی شمالی کی مقامی تنظیم ''ناظم آباد'' میں سید فاروق کا بطور امیر تقرر

☆ امیر حلقہ کراچی شمالی نے مقامی تنظیم ناظم آباد میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آرا کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 16 اپریل 2015ء میں مشورہ کے بعد سید فاروق کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔ مقامی تنا ظیم ''ناظم آباد'' اور ''نارتھ ناظم آباد'' کے علاقہ جات کو تین تنا ظیم میں تقسیم کر کے ''بفرزون شادمان'' کے نام سے ایک نئی تنظیم بنائی گئی ہے، جس کی امارت بدستور عطاء الرحمٰن عارف کے پاس رہے گی۔

حلقہ لاہور شرقی نے مقامی تنظیم ''گڑھی شاہو'' میں نور الوریٰ کا بطور امیر تقرر

☆ امیر حلقہ لاہور شرقی نے مقامی تنظیم گڑھی شاہو میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 16 اپریل 2015ء میں مشورہ کے بعد نور الوریٰ کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم ''کورنگی غربی'' میں سعید الرحمٰن کا بطور امیر تقرر

☆ امیر حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم کورنگی غربی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 16 اپریل 2015ء میں مشورہ کے بعد سعید الرحمٰن کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ کراچی شمالی کی مقامی تنظیم ''نارتھ ناظم آباد'' میں خالد بشیر کا بطور امیر تقرر

☆ امیر حلقہ کراچی شمالی نے مقامی تنظیم نارتھ ناظم آباد میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 16 اپریل 2015ء میں مشورہ کے بعد خالد بشیر کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

انتخابی سیاست: دینی جماعتوں نے کیا کھویا، کیا پایا؟

29 اپریل کو منعقدہ نشست کی تلخیصی رپورٹ

مہمانانِ گرامی:
ڈاکٹر غلام مرتضیٰ (مرکزی ناظم تنظیم اسلامی)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد

سوال: ایک حالیہ سروے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ 80 فیصد سے زائد پاکستانی عوام ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ چاہتے ہیں لیکن اس کے برعکس الیکشن میں دینی جماعتوں کو ووٹ دینے کے لیے مائل نہیں ہوتے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اگر آپ برصغیر کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ یہاں بسنے والے لوگ مذہب سے جذباتی تعلق تو بہت رکھتے ہیں لیکن مذہب سے ان کا عملی تعلق اتنا مضبوط نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر اگر کوئی نبی اکرمﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو یہاں کے لوگ مرنے مارنے پر تل جائیں گے، یہاں تک کہ اپنا بھی نقصان کر بیٹھیں گے۔ مذہب سے یہ جذباتی لگاؤ صدیوں سے ہے، لیکن عمل کے حوالے سے معاملہ یہ ہے کہ پاکستان میں صرف 10 فیصد مرد باقاعدگی کے ساتھ مسجد میں باجماعت نماز پڑھتے ہوں گے، جبکہ نماز دین کا ستون ہے اور مرد پر تو نماز مسجد میں باجماعت پڑھنا فرض ہے۔ نماز پڑھنے میں سوائے اس کے کہ کچھ وقت لگتا ہے، کوئی ایثار، قربانی، پیسے خرچ ہونے کا معاملہ نہیں ہوتا۔ لوگ یہ وقت بھی نہیں دیتے کیونکہ اس کا تعلق عمل سے ہے۔ ایسا اسلام جو ان کی سہولیات، آرام، آسودہ زندگی میں کوئی فرق نہ ڈالے اس اسلام کے لیے یہ لوگ جان دینے کے لیے تیار ہیں۔ اگر حقیقی اسلام نافذ ہوتا ہے تو سود حرام ہوگا، کتنے لوگ یہ گوارا کریں گے کہ اپنے پیٹ پر لات ماریں؟ لہٰذا وہ ووٹ ان جماعتوں کو نہیں ڈالتے جو یہ کہتی ہیں کہ وہ حقیقی اسلام نافذ کریں گی۔ یہ اصل وجہ ہے! جہاں عوام کے مفاد پر زد پڑ رہی ہو تو وہ اسلام سے کنارہ کشی کر لیتے ہیں۔

سوال: دینی جماعتیں لاکھوں کے جلسے اور اجتماعات منعقد کرتی ہیں، لیکن انتخابات میں ووٹ حاصل نہیں کر سکتیں۔ کیا پاکستان کے عوام سیاست اور دین کو الگ الگ تصور کرتے ہیں؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: آپ نے جو پہلا سوال کیا تھا، اس ضمن میں مزید اضافہ کرنا چاہوں گا کہ یہ صرف پاکستان ہی کا معاملہ نہیں ہے۔ PEW انسٹیٹیوٹ نے تمام اسلامی ممالک میں ایک سروے کروایا کہ وہاں کے کتنے لوگ اسلامی نظام چاہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ پاکستان کے 84 فیصد عوام کی خواہش تھی کہ یہاں اسلامی نظام نافذ ہو۔ انڈونیشیا، بنگلہ دیش اور بعض دوسرے اسلامی ممالک میں یہ شرح اس سے بھی زیادہ تھی۔ چنانچہ جذباتی لگاؤ اپنی جگہ ہے۔ عملی طور پر ہماری دینی جماعتیں اسلامی نظام کو جس

مرتب: محمد خلیق

طرح پیش کرتی ہیں تو اس میں سزائیں اور پابندیاں پہلے سامنے آ جاتی ہیں۔ اس کے برعکس اگر اسلام کے عادلانہ، منصفانہ، غیر طبقاتی نظام کو نمایاں کیا جائے تو پھر شاید اثر مختلف ہو۔

جلسے تو بڑے بڑے ہو ہی جاتے ہیں چاہے وہ دینی جماعتوں کے ہوں یا سیکولر جماعتوں کے۔ اس کو ووٹ بینک میں منتقل کرنا ایک الگ مسئلہ ہوتا ہے۔ ہم جمہوریت کے برٹش سسٹم کو فالو کر رہے ہیں۔

سوال: کیا عوام یہ سمجھتے ہیں کہ دینی حضرات اس قابل نہیں ہیں، یا ان کے کردار کے مسائل ہیں؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: ایک چیز تو بالکل سادہ ہے جس کا اطلاق تمام سیاسی اور دینی جماعتوں پر ہوتا ہے۔ یعنی جلسے بہت بڑے بڑے ہوں گے، لیکن جب الیکشن میں جاتے ہیں تو اس جلسے کی مطابقت سے ووٹ بینک سامنے نہیں آتا۔ دراصل جلسے کے حاضرین تو دوسرے شہروں سے بھی اکٹھے کر لیے جاتے ہیں۔ جلسے میں ایک جذباتی اپیل ہوتی ہے۔ پارٹی لوگوں پر نفسیاتی طور پر اثر انداز ہوتی ہے، لیکن شرکاء سارے کے سارے ایک حلقے کے ووٹر نہیں ہوتے۔ ہمارے ہاں ایک حلقے میں بہت سے لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں اور ووٹ تقسیم ہو جاتا ہے۔ اگر دینی سیاسی جماعتیں اکٹھی ہو کر سامنے آئیں تو ان کو کافی سیٹیں مل سکتی ہیں۔ عام طور پر یہ الگ الگ اپنے امیدوار کھڑے کرتی ہیں، چنانچہ دینی ووٹ بھی تقسیم ہو جاتا ہے۔ دوسرے، اگر ہمارے ہاں متناسب نمائندگی کا نظام ہو، جس میں ڈالے گئے کل ووٹوں کی بنیاد پر سیٹیں الاٹ کی جاتی ہیں، تو ہو سکتا ہے کہ دینی جماعتیں کچھ زیادہ سیٹیں لے جائیں۔

ایوب بیگ مرزا: دینی جماعتوں کے جلسے شاید سیاسی جماعتوں سے بھی بڑے ہوتے ہیں، لیکن اصل فرق یہ ہے کہ سیاسی جماعتیں بڑے جلسے بھی کرتی ہیں اور ووٹ بھی لیتی ہیں جبکہ دینی جماعتوں کے جلسے تو بڑے ہوتے ہیں لیکن ووٹ انتہائی کم۔ یہ فرق کیوں ہے؟ اصل میں دیکھنے والی یہ چیز ہے۔ کبھی ن لیگ 100 سیٹیں لے جاتی ہے، ایک زمانے میں پیپلز پارٹی 100 سیٹیں لے جاتی تھی لیکن دینی جماعتیں تو ایم ایم اے بنا کر بھی 100 سیٹیں نہیں لے سکی۔ بمشکل ایک صوبے میں انہوں نے حکومت بنائی۔ اصل میں یہ دیکھنا ہے کہ ان کو لوگ کیوں ووٹ نہیں دیتے۔

سوال: پاکستان کی بعض دینی جماعتوں کا نقطہ نظر یہ ہے کہ دین کا نفاذ بذریعہ انتخاب ممکن ہی نہیں ہے۔ اقامت دین بذریعہ الیکشن کیوں ممکن نہیں؟

ایوب بیگ مرزا: 1946ء میں جب نہرو نے یہ

> عوام اس اسلام پر جان قربان کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں جس کا ان کی روزمرہ زندگی سے کوئی تعلق نہ ہو۔

اعلان کیا کہ ہم آزادی حاصل کرنے کے فوراً بعد جاگیردارانہ نظام ختم کر دیں گے تو جتنے مسلمان جاگیردار تھے وہ ایک دم مسلم لیگ میں آ گئے۔ انہوں نے پاکستان میں جاگیردارانہ نظام کو intact رکھا۔ جاگیرداری نظام اسلام سے بالکل متصادم نظام ہے۔ یہاں انسانوں کی برتری ہے، وہاں ایک نظام کی برتری ہے۔ یہاں انسان کو

برتری حاصل ہے، وہاں تقویٰ کو برتری حاصل ہے۔ یہاں دولت کی برتری ہے، اور وسائل کو برتری حاصل ہے۔ لہٰذا جاگیرداروں نے اپنی جاگیروں کی بنیاد پر حلقے بنوائے۔ انہی حلقوں سے وہ منتخب ہوتے تھے۔ میں سچا واقعہ آپ کو بتا رہا ہوں۔ ایک جاگیردار اپنے گاؤں میں جاتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ تمہارے ہاں کل 200 ووٹ ہیں، اگر

> یہ لوگوں کی کم علمی ہے کہ وہ سیاست کو دین کا حصہ نہیں سمجھتے۔

مجھے 199 ووٹ پڑے تو تمہاری سب کی شامت آ جائے گی۔ ایسے میں لوگ اسلامی نظام کا منہ دیکھیں گے یا اپنے مالک کی بات سنیں گے۔ پہلے یہاں جاگیردار آئے، پھر یہاں صنعت کاروں نے تسلط حاصل کر لیا۔

سوال: صنعت کار تو اس طرح کی بلیک میلنگ نہیں کر سکتے تھے جس طرح جاگیردار کر رہے تھے؟

ایوب بیگ مرزا: ہمارے ہاں یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ صنعت کاروں نے صنعتوں کو جاگیر کی شکل دے دی۔

سوال: کیا یہی وجہ نہیں ہے کہ ہماری سیاست ایک بزنس بن چکی ہے؟ دینی جماعتوں کے لوگ چونکہ پیسہ نہیں لگا سکتے، لہٰذا یہ اس سسٹم سے آؤٹ ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: پختون خوا میں جے یو آئی کا کھرب پتی مولوی ہے۔ جماعت اسلامی بھی پیسوں کے معاملے میں کوئی اتنی گئی گزری نہیں ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ دینی جماعتوں کے لیے پیسہ کوئی مسئلہ ہے۔ وہ ایک جیسا خرچ کرتے ہیں۔

ایک تو لوگوں کا اسلام کے بارے میں concept ہی واضح نہیں ہے۔ عام آدمی سمجھتا ہے کہ مولوی کا کام یہ ہے کہ وہ مسجد میں جائے، نماز پڑھائے، لوگوں کو روزے کے مسائل بتائے، حج اور عمرے کے مسائل بتائے۔ عام آدمی کو معلوم ہی نہیں ہے کہ سیاست بھی دین کا حصہ ہے۔ یہ عوام کی کم علمی کا معاملہ ہے۔

وسیم احمد: عوام کی ذہن سازی بھی تو علماء کا کام تھا؟

ایوب بیگ مرزا: ہمارے ہاں علماء کے کردار کا معاملہ یہ رہا ہے کہ لوگ اب ان کی بات کا اعتبار نہیں کرتے۔ دولت انہوں نے بھی کمائی ہے۔ ان کے پاس دولت ہے، کردار نہیں ہے۔ پھر یہ کہ لوگوں کے مفادات پر جب اسلام کی زد پڑتی ہے تو وہ اسلام سے دور ہو جاتے ہیں۔ جب انہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرے علاقے کا صنعت کار، جاگیردار میرے مسائل حل کرے گا، تو وہ کہتا ہے کہ مولوی کو ووٹ دے کر کیا کرنا ہے، وہ یہ کام نہیں کر سکتا۔ یہ بھی ایک ایمج ہے، یعنی لوگوں کے اپنے ذاتی مفادات بھی سامنے آ جاتے ہیں۔

ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر ان کو ووٹ مل بھی جائیں اور یہ کامیاب ہو کر اسمبلیوں میں آ بھی جائیں، تو پھر بھی کیا یہ اسلام نافذ کر سکیں گے؟ پختون خوا اسمبلی نے اسلام کے حوالے سے پہلے ساڑھے چار سال کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ چنانچہ عوام میں عدم اعتماد پیدا ہوا۔ اگلے الیکشن میں وہاں اے این پی اور پیپلز پارٹی کی حکومت آ گئی۔ اصل میں اسلامی جماعتوں کا کردار جس انداز میں سامنے آیا ہے، عوام اب ان پر اعتماد نہیں کرتے اور انہیں ووٹ نہیں دیتے۔ وہ کہتے ہیں ان کے پیچھے لگ کر آخرت تو پہلے ہی چلی گئی ہے، دنیا بھی جائے گی۔

سوال: دینی سیاسی جماعتوں کا مؤقف ہے کہ پارلیمنٹ میں ان کی موجودگی سیکولرازم کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اس بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: یہ بھی ایک مغالطہ ہے جو پھیلایا گیا ہے۔ قرآن حکیم نے سورۃ الانعام کی آیت 116 میں اس کی صاف طور پر نفی کر دی ہے۔ ہم نے مغربی جمہوریت رائج کی ہوئی ہے۔ یہ کوئی اسلام کا شورائی نظام نہیں ہے جہاں رائے کو تولا جاتا ہے۔ یہاں بندوں کو گنا جاتا ہے۔ دینی جماعتیں اسمبلیوں میں چند سیٹیں لے کے آ جاتی ہیں۔ جنرل ضیاء الحق بھی نظام مصطفیٰ کی تحریک کے پس منظر میں برسر اقتدار آئے، لیکن اسٹیبلشمنٹ اور دوسرے عوامل کے باعث وہ اسلامی نظام میں کوئی پیش رفت نہیں کر سکے۔ یہ بہت بڑا مغالطہ ہے جو دینی سیاسی جماعتیں پھیلاتی ہیں کہ ہماری موجودگی نے سیکولرازم کا راستہ روکا ہوا ہے۔ پاکستان کی 67 سال کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ان کی موجودگی سے سوائے شروع کی ایک اسمبلی میں جہاں قرارداد مقاصد پاس ہو گئی تھی، آج تک اسلامی نظام کے ضمن میں کوئی پیش رفت نہیں ہو سکی۔

وسیم احمد: فرض کریں پارلیمنٹ میں کوئی دینی جماعت کا نمائندہ موجود نہیں ہے اور وہاں کوئی غیر اسلامی قانون اکثریتی ووٹ کی بنیاد پر پاس ہو جائے، تو اب دینی جماعتوں کے پاس کیا آپشن ہو گا سوائے یہ کہ سڑکوں پر نکلیں، مظاہرے کریں، ٹائر جلائیں؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: ہماری جمہوریت میں جب آئین میں کوئی ترمیم کرنی ہو تو اس کے لیے دو تہائی اکثریت کی ضرورت ہوتی ہے۔ کوئی عام قانون بنانا ہو تو اس کے لیے 51 فی صد ووٹ چاہئیں۔ عام طور پر ہمارے ہاں اگر حکومت کوئی بل لاتی ہے تو وہ اسے پاس بھی کرا لیتی ہے، کیونکہ اس کی اکثریت ہوتی ہے اور سپیکر بھی اسی کی پارٹی کا ہوتا ہے۔ اپوزیشن جماعتیں کوئی پرائیویٹ بل پیش کر سکتی ہیں۔ اس پرائیویٹ بل کو اگر کوئی خالص دینی سیاسی جماعت پیش کرے گی تو اس کا کوئی مقام ہے ہی نہیں۔ ایم ایم اے کی حکومت نے ساڑھے چار سال گزار کر ایک حسبہ بل اپنی صوبائی اسمبلی میں پیش کیا۔ درحقیقت وہ اگلے الیکشن کی تیاری تھی پھر عدالت میں اُسے صحیح طور پر Debend نہ کیا لہٰذا ایم ایم اے کی حکومت کوئی ایک کام بھی ایسا نہ کر سکی جو اسلامی نظام میں پیش رفت ثابت ہوتا۔

قومی اسمبلی میں سیکولرازم کا راستہ روکنا بہت بڑی بات ہے۔ مثبت پیش رفت کے ضمن میں صرف ایک کام ہوا جس کی مثال دی جا سکتی ہے، اور وہ یہ کہ 1974ء میں قومی اسمبلی نے اینٹی قادیانی بل پاس کیا۔ وہ بھی قومی اسمبلی کے سر پر سرخاب کا پر لگا دیا گیا تھا، حالانکہ اس کی وجہ پورے پاکستان میں دینی جماعتوں کی طرف سے چلائی گئی تحریک

> سیاست میں دینی جماعتوں کا کردار جس انداز میں سامنے آیا، عوام اب انہیں ووٹ نہیں دیتے

ختم نبوت تھی جس کے باعث اس کا نوٹس لینے پر قومی اسمبلی مجبور ہوئی۔ اس کے مقابلے میں اگر آپ دیکھیں کہ ہماری پچھلی حکومت بھی اور موجودہ حکومت بھی عالمی دباؤ کے حوالے سے اس بات پر تلی بیٹھی تھی کہ آئین کی شق 295-C میں کوئی تبدیلی کر دی جائے، لیکن جب دینی جماعتوں نے پورے ملک میں ایک ماحول برپا کر دیا تو وہ جرأت نہیں کر سکے۔ اسی کے پس منظر میں دیکھیں کہ جنرل مشرف کے دور میں قومی اسمبلی سے جو ترامیم پاس ہوئیں، ان میں بہت سی اسلام مخالف شقیں بھی تھیں لیکن ایم ایم اے کی اسمبلی میں موجودگی بھی اس کو نہیں روک سکیں۔ ان کے اپنے مفادات آڑے آ گئے۔ نہ انہوں نے اس پر کوئی

سٹینڈ لیا، نہ استعفے دیئے۔ دینی جماعتیں اپنے ووٹ کو مثبت طور پر استعمال نہیں کر سکیں۔ اس کے مقابلے میں دینی جماعتیں اگر باہر نکل کر جلسے کریں، جلوس کریں اور لوگوں کو ابھاریں کہ حکومت یہ قانون سازی نہ کرے تو میرے خیال سے حکومت پر زیادہ دباؤ آئے گا کہ وہ کوئی غلط کام نہ کریں۔ یوں سیکولرازم کی طرف پیش قدمی رک سکے گی۔

سوال: دینی جماعتوں کا یہ کہنا ہے کہ اگر ہم نے الیکشن

> **دینی جماعتیں عوامی تائید کو ووٹ بینک میں تبدیل نہیں کر سکیں**

میں حصہ لے کر ملک میں نفاذ اسلام کے لیے کچھ نہیں کیا تو انتخاب میں حصہ نہ لینے والی مذہبی جماعتوں کی ملک میں نفاذ اسلام کے حوالے سے کیا پیش رفت ہے؟

ایوب بیگ مرزا: پہلی بات یہ ہے کہ دینی جماعتیں جو الیکشن میں حصہ لیتی ہیں اور اسمبلی میں آتی ہیں، ان کی اگر 68 سالہ کارکردگی دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ سیٹوں کی تعداد کے حوالے سے پسپائی ہی پسپائی ہے۔ پہلے اچھی خاصی سیٹیں مل جاتی تھیں، آہستہ آہستہ اب ان کی سیٹیں کم ہوتے ہوتے بالکل چند رہ گئی ہیں۔ دوسری بات بڑی اہم بات ہے کہ انہوں نے ایم ایم اے بنا کر ایک بہت ہنگامہ کھڑا کیا، اور بڑا صحیح کھڑا کیا۔ میں یہاں وضاحت کروں گا کہ تنظیم اسلامی کے بانی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے علی الاعلان ایم ایم اے کی حمایت کا اعلان کیا تھا۔ وہ شروع سے کہتے تھے کہ اگر تمام دینی جماعتیں اکٹھی ہو جائیں تو اگرچہ مجھے توقع تب بھی نہیں کہ یہ اسلام کا نظام لا سکیں گی، لیکن پھر بھی میں ان کی مدد کروں گا۔ ہم ان کو ووٹ بھی دیں گے اور ان کی مہم کا بھی حصہ بنیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اخبار میں اشتہار بھی دیا تھا۔ اس دینی اتحاد کا کیا نتیجہ نکلا؟ صرف ایک صوبے میں حکومت بن سکی۔ ایم ایم اے میں اہل حدیث بھی تھے، بریلوی بھی تھے، دیوبندی بھی تھے، اہل تشیع بھی تھے۔ قومی اسمبلی میں یہ اچھی خاصی سیٹیں لے گئے تھے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہی جماعتیں ایک انقلابی اتحاد بنا لیں اور کہیں کہ ہم انتخابات میں حصہ نہیں لیں گے بلکہ سڑکوں پر آ کر حکومت سے مطالبہ کریں کہ یا تو آپ شریعت محمدیؐ نافذ کریں یا کرسی سے ہٹ جائیں۔

وسیم احمد: مالاکنڈ میں ایک ایسی ہی تحریک چلی تھی۔ اس کو ائیر فورس کے ذریعے فارغ کر دیا گیا۔

ایوب بیگ مرزا: وہ ایک جزوی تحریک تھی۔ اسی لیے اس وقت ڈاکٹر صاحبؒ نے کہا تھا کہ آپ اپنی تحریک کو علاقہ تک محدود نہ کریں۔

وسیم احمد: کسی بھی اچھے کام کا آغاز چھوٹے لیول سے ہی ہوگا؟

ایوب بیگ مرزا: جب تک کسی مرکزی علاقے سے یہ تحریک نہیں چلے گی اس وقت تک کچھ نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ انقلابی اتحاد کر کے سڑکوں پہ آ جائیں اور کہیں کہ یا تو آپ دین نافذ کریں یا ہم یہاں بیٹھے ہیں، تو میں سمجھتا ہوں کہ اسلام بغیر انتخابات کے انقلابی ذریعے سے لازماً آ جائے گا، یا کم از کم شہادت کا موقع تو ان کو حاصل ہو ہی جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں اتنی بڑی طاقت جب کوئی اقدام کرے گی تو ہماری فورسز بھی ان کو نہ مارنے کے لیے مجبور ہو جائیں گی۔ یہ اس بنیاد پر اتحاد ہی نہیں کرتے۔ پہلے اس بنیاد پر اتحاد کریں، پھر ایک تحریک چلائیں۔ ہمارے پاس اس کا تجربہ ہے۔ ہم نے اینٹی قادیانی تحریک چلائی۔ کامیاب ہوئی کہ نہیں؟ ہم نے تحفظ ناموس رسالتؐ تحریک چلائی۔ کامیاب ہوئی کہ نہ ہوئی؟ اسی طرح اگر ہم شریعت محمدیؐ کے لیے تحریک چلائیں گے تو وہ بھی ان شاء اللہ کامیاب ہو گی۔ اس کا تجربہ تو کر کے دیکھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تنظیم اسلامی کیوں نہیں چلاتی؟ تنظیم اسلامی ابھی اس حیثیت میں نہیں ہے کہ اکیلی میدان میں آ سکے۔ ابھی اس کی عددی حیثیت اتنی نہیں ہے۔ اگر دینی جماعتیں غیر انتخابی، انقلابی طریقہ اختیار کر کے ایک احتجاجی تحریک چلائیں تو ان شاء اللہ کامیابی ہوگی۔

سوال: این اے 246 کے حالیہ انتخابات میں تین جماعتوں نے حصہ لیا۔ نتیجے کے حوالے سے تینوں جماعتوں کو کیا سبق سیکھنا چاہیے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: این اے 246 میں جو نتائج آئے ہیں وہ بعینہٖ وہی ہیں جو 2013ء کے الیکشن میں تھے، سوائے اس کے کہ ٹرن آؤٹ کم ہوا۔ اسی حساب سے ایم کیو ایم کا ووٹ بنک کم ہوا۔ اسی حساب سے تحریک انصاف اور جماعت اسلامی دونوں کو پہلے سے کم ووٹ ملے۔ سبق تو بڑا واضح ہے جو ان جماعتوں کو حاصل کرنا چاہیے۔ ایم کیو ایم کی مقبولیت وہاں برقرار رہی۔ یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر وہ تشدد اور بھتہ خوری کے ذرائع استعمال نہ کریں تو اس جماعت کی اپیل وہاں پر موجود ہے۔ ان کا ووٹ بینک محفوظ ہے اور وہ پھر بھی جیت سکتے ہیں۔ پی ٹی آئی کا ووٹ بینک بھی کم ہوا۔ عمران خان کا میراتھن ریس کی طرح کا وہاں کا دورہ ووٹ بینک پر کوئی فرق نہیں ڈال سکا۔ یہ مڈل کلاس، لوئر مڈل کلاس لوگوں کا حلقہ ہے۔ عمران اسماعیل اپنی پجارو میں جا کر ایک جلسے سے خطاب کر آئیں اور کوئی کارنر میٹنگ نہ کریں، اس سے ووٹر متوجہ نہیں ہوتے۔ جماعت اسلامی اور پی ٹی آئی اگر اکٹھی ہو جاتیں تب بھی شاید ایم کیو ایم ہی جیت جاتی، لیکن ووٹرز پر نفسیاتی طور پر اچھا اثر پڑتا۔ جماعت اسلامی کے لیے وقت آ گیا ہے کہ ان کی شوریٰ مل بیٹھے، اور غور کرے کہ کیا واقعی اس انتخابی سیاست کے ذریعے سے وہ اپنی مشن سٹیٹمنٹ کو پورا کر بھی رہے ہیں یا ایک عام مروجہ معنوں میں سیاسی جماعت بن کر رہ گئے ہیں جس کی اب کوئی سیاسی اپیل نہیں۔ جماعت اسلامی وہاں پر اپنا امیدوار بٹھانے کے لیے اس لیے تیار نہیں ہوئی کہ ان کا خیال تھا کہ ایم کیو ایم کی غیر موجودگی میں کراچی پر ان کا حق ابھی بھی برقرار ہے۔ اس الیکشن نے ثابت کر دیا کہ کراچی میں جماعت اسلامی کی اب وہ پوزیشن نہیں رہی۔ پچھلے الیکشن (2013ء) میں انہوں نے بائیکاٹ کیا تھا لیکن پھر بھی وہ دس ہزار ووٹ لے گئے تھے۔ اب انہوں نے انتخابی مہم بھی چلائی اور پورا دن ووٹنگ بھی ہوئی، لیکن پھر بھی ان کو پہلے سے کم ووٹ ملے۔ لہٰذا ان کو تو بڑی سنجیدگی سے اپنی پوری سیاست پر

> **دینی جماعتیں اگر انقلابی طریقہ اختیار کر کے احتجاجی تحریک چلائیں تو ان شاء اللہ کامیابی ہوگی**

نظر ثانی کرنی چاہیے کہ واقعی اگر وہ ایک اسلامی نظام کے داعی ہیں تو ان کو انتخابی سیاست میں حصہ لینا بھی چاہیے یا نہیں! پی ٹی آئی کے لیے تو بات واضح ہے کہ وہ ابھی کراچی میں ایم کیو ایم کے ووٹ بینک میں کوئی dent ڈالنے کے قابل نہیں ہوئی۔

[اس پروگرام کی ویڈیو www.tanzeem.org پر ''خلافت فورم'' کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔]

ممتاز قادری کیس میں عدالتی فیصلے کا جائزہ
کتاب وسنت کی روشنی میں

3

علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری
ناظم اعلیٰ، جامعہ اسلامیہ، لاہور

[کالم نگار کا معزز عدالت کے فیصلہ پر یہ تبصرہ ان کی رائے ہے۔ اگر اہل علم میں سے کوئی اُن سے اختلاف رکھتا ہو تو ادارہ وہ نقطہ نظر بھی شائع کردے گا]

جب نابینا صحابی نے اپنی ام ولد کو مار ڈالا اور حضور ﷺ نے اس مقتولہ کے بارے میں فرمایا کہ تم سب گواہ ہو جاؤ کہ اس کا خون رائیگاں چلا گیا تو اس وقت اسلامی ریاست کس کے ساتھ مصروف جنگ تھی؟ جب ایک یہودی شاتمہ کا گلا گھونٹ دیا گیا اور حضور ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ اس کا خون باطل تھا تو اس وقت اسلامی ریاست کو کیا خطرات درپیش تھے؟ اسی طرح جس وقت حضرت عمیر بن امیہؓ نے اپنی مشرکہ شاتمہ بہن کو مار ڈالا اور آپ ﷺ نے مقتولہ کے بیٹوں کو واضح فرمایا کہ تمہاری ماں کا خون رائیگاں ہے تو اس وقت اسلامی ریاست کس سے پنجہ آزما تھی؟ کاش عدالت اس حساس موضوع پر لکھنے سے پہلے ادنیٰ تامل بھی کرتی تو کم از کم ان باطل تاویلات کا سہارا نہ لیتی۔ کاش ان روایات پر اچھی طرح غور کرلیا جاتا اور ایسے شاتمین کے خون کو جس طرح زبان نبوت نے رائیگاں اور باطل قرار دیا ان الفاظ پر ہی غور کرلیا جاتا تو یہ بات سمجھنے میں کوئی مشکل نہ رہتی کہ شاتم ان ارشادات نبوی کی روشنی میں مباح الدم ہوتا ہے اور یہ بات بھی سمجھ آجاتی کہ حضور ﷺ نے یہودیوں سے کوئی جنگ جزیرہ نمائے عرب میں قدم جمانے کے لیے لڑی ہی نہیں۔ البتہ عدالت نے اس حوالے سے مختلف مقامات پر متضاد باتیں کی ہیں۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ جب اسلامی ریاست نے جزیرہ نمائے عرب میں قدم جما لیے تو گستاخوں کو سزائیں دیں۔ اور ایک جگہ لکھا ہے کہ یہ سزائیں اس دور میں دی گئیں جب اسلامی ریاست حالت جنگ میں تھی اور ان جنگوں کا مقصد جزیرہ نمائے عرب میں قدم جمانا تھا۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضور ﷺ کے بعد چاروں ائمہ کرام نے آپ ﷺ کے انہی فیصلوں کی روشنی میں اس پر اتفاق کیا ہے کہ شاتم مباح الدم ہوتا ہے اور اگر کوئی اسے از خود بھی مار ڈالے تو اس پر کوئی قصاص یا دیت نہیں ہوتی۔ تعجب ہے کہ عدالت نے ائمہ اربعہ کی تصریحات سے بھی اپنی آنکھیں بند رکھیں اور انحصار کیا تو ان باطل اور مردود تاویلات پر جن کا ذکر اسلاف و اخلاف میں سے کسی بھی جید عالم دین نے نہیں کیا۔ فاضل جج صاحبان نے اپنے فیصلے کے آخر پر لکھا ہے: ”نبی کریم ﷺ تمام انسانیت کے لیے رحمت تھے اور ان واقعات کی تعداد جن میں حضور ﷺ نے گستاخوں کو معاف فرمایا کہیں زیادہ ہے ان واقعات سے جن میں حضور ﷺ نے گستاخوں کو موت کی سزا دی۔“ (Page:63 of the judgement dt 09-03-2015)

فیصلے میں لکھے گئے اس غیر ضروری تبصرے سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے گستاخوں کے ساتھ زیادہ تر معاملہ معافی والا کیا۔ اول تو یہ اعداد و شمار بھی سراسر غلط ہیں البتہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپؐ نے بعض گستاخوں کو بعض حکمتوں کی بنا پر معاف فرمایا اور آپؐ کو ایسا کرنے کا حق تھا جبکہ اب امت کے پاس یہ حق نہیں ہے۔ تعجب ہے کہ عدالت نے فیصلے کے پہلے حصے میں خود لکھا ہے: ”قرآن پاک کی مذکورہ بالا آیات اور ارشادات نبوی ﷺ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ رب العزت کا فیصلہ ہے کہ کسی صورت میں بھی حضور ﷺ کو کسی قسم کی شکایت کا موقع دینے والے کا معاملہ کبھی بھی معاف نہیں کیا جائے گا۔“ اس کے بعد عدالت نے وفاقی شرعی عدالت کے کیس محمد اسماعیل قریشی بنام پاکستان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ فیصلہ عدالت پر آئین پاکستان کے آرٹیکل 203GG کی رو سے Binding ہے۔ پھر اس فیصلے کی تفصیلات بیان کیں جو فیصلے کے صفحہ 18 سے 25 تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ان میں واضح طور پر یہ لکھا ہوا ہے:

”یہاں واضح کرنا بے حد ضروری ہے کہ نبی پاک ﷺ نے بعض گستاخوں کو معاف بھی کیا لیکن فقہاء نے اتفاق کیا ہے کہ حضور ﷺ کو بذات خود یہ حق حاصل تھا کہ وہ گستاخوں کو معاف کردیں لیکن امت کو کوئی حق نہیں کہ وہ گستاخوں کو معاف کرے۔ (الصارم المسلول ابن تیمیہ: 222، 223)“ ایک اور مقام پر وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کا ایک اور اقتباس یوں پیش کیا گیا ہے:

”مذکورہ گفتگو سے شبہ کی معمولی گنجائش بھی نہیں رہتی کہ قرآن حکیم، حضور ﷺ کی تشریحات اور آپؐ کے بعد امت کے تعامل کے مطابق حضور ﷺ کی گستاخی کی سزا صرف موت ہے، اور کچھ نہیں۔ ہم نے یہ بات بھی محسوس کی ہے کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد کسی کو بھی گستاخ کو معاف کرنے کا حق حاصل نہیں اور نہ ہی کسی نے اسے استعمال کیا ہے۔“ (Page:24 of the judgement dt 09-03-2015)

یہ بات ناقابل فہم ہے کہ عدالت نے آخر میں مذکورہ بالا تاثر کیوں قلم بند کیا جو ان کے فیصلے کے ابتدائی حصے کی سراسر نفی کررہا ہے۔ اگر وفاقی شرعی عدالت کے مذکورہ فیصلے کو فاضل جج صاحبان اپنے لیے binding سمجھتے جیسا کہ انہوں نے اس کا اظہار فرمایا ہے، تو وہ ہرگز مذکورہ بالا تاثر قلم بند نہ فرماتے جو صرف خلاف حقیقت ہی نہیں بلکہ خود وفاقی شرعی عدالت کی تصریحات کے بھی منافی ہے۔ یہ تاثر قلم بند کرنا دراصل یہ آشکار کررہا ہے کہ عدالت خود بھی اس مسئلہ پر واضح نہیں ہے اور التباس و فکری انتشار کا شکار ہے۔

اسی طرح عدالت نے ثبوت جرم کے لیے نیت کے اعتبار کو ضروری قرار دینے کے لیے اپنے فیصلے میں کئی صفحات لکھ ڈالے۔ یہ بحث فیصلے کے صفحات 30 تا 36 تک پھیلی ہوئی ہے۔ ان صفحات پر عدالت نے قاضی عیاضؒ کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ اگرچہ بعض فقہاء کی یہ رائے ہے کہ حضور ﷺ کی صریح گستاخی کی صورت میں گستاخی کرنے والے سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ اس کی نیت کیا ہے اور اگر توہین کے الفاظ ذومعنی ہوں یا ان سے مختلف معانی نکل سکتے ہوں جن میں سے ایک معنی گستاخی پر محمول کیا جاسکتا ہو تو پھر گستاخ سے پوچھا جائے گا کہ اس کی نیت کیا تھی۔ اس کے بعد عدالت نے واضح طور پر لکھا ہے: ”ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ اولاً معانی اور الفاظ کا

اطلاق موقع بہ موقع مختلف ہوتا ہے، پھر سیاق و سباق سے معانی بدل جاتے ہیں۔ لہٰذا ملزم کو یہ موقع ضرور دیا جانا چاہیے کہ وہ اپنی نیت کو واضح کرے تاکہ کسی معصوم آدمی کو سزا نہ مل سکے۔ (Page:35 of the judgement dt 09-03-2015)

ہماری ناقص رائے میں اوّل تو صریح گستاخی کے معاملے میں شاید ہی کسی قابل ذکر فقیہہ نے نیت کے اعتبار کو لازم قرار دیا ہو۔ ثانیاً، اگر ثبوت جرم کے لیے نیت کے اعتبار کو بہرحال ضروری قرار دیا جائے تو ہر برے سے برے عمل کی اچھی نیت تراش لی جائے گی۔ پھر تو کوئی کسی کو قتل کر ڈالے اور بعد میں کہہ دے کہ میں نے اسے اس لیے قتل کیا کہ اس کے شر سے انسانیت کو ضرر پہنچنے کا قوی اندیشہ تھا تو اس صورت میں عدالت کیا کرے گی؟

ثالثاً نیت کا اعتبار جزا کے لیے ہے نہ کہ ثبوت جرم کے لیے۔ اگر عدالت کی بات مان لی جائے تو لاقانونیت کا ایسا راستہ کھل جائے گا جسے بند کرنا ناممکن ہوگا۔

رابعاً، عدالت نے اس قدر تفصیلی اور غیر ضروری بحث سے قبل یہ جائزہ لینے کی زحمت نہ فرمائی کہ ملک میں رائج قانون یہاں کیا کہتا ہے۔ C-295 کا متن حسبِ ذیل ہے:

”جو کوئی زبانی یا تحریری طور پر مرئی اظہار بہتان تراشی یا مخفی توہین یا طعنہ زنی سے بلاواسطہ یا بالواسطہ پیغمبر اقدس حضرت محمد ﷺ کے مقدس نام کی توہین یا بے حرمتی کرے تو وہ سزائے موت کا مستوجب ہوگا۔“

غور فرمائیں کہ اس قانون میں نیت کے اعتبار کا ذکر کہاں موجود ہے؟ یہاں تو مخفی توہین پر بھی سزا دینے کا ذکر ہے۔ فاضل جج صاحبان نے قانون کی پابندی کا جو درس جا بجا اپنے فیصلے میں دیا ہے کاش وہ اس مسئلہ پر اپنی رائے دینے سے قبل اس پر خود بھی عمل فرماتے اور رائج قانون کی حدود کے اندر رہتے ہوئے اس قانون کی تشریح فرماتے۔ ہماری دانست میں اس مقدمے کا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ سلمان تاثیر نے اپنے قول و فعل سے تواتر کے ساتھ اعلانیہ اور صریحاً توہین و تنقیص رسالت کی۔ جب بھی اسے متوجہ کیا گیا کہ وہ ایک جرم کا ارتکاب کر رہا ہے جو کہ قابل معافی نہیں تو اس نے بجائے ندامت اور توبہ کا راستہ اختیار کرنے کے اپنے جرم پر اصرار کا راستہ اختیار کیا۔ شرعی فتوؤں اور علماء کا بھی استخفاف کیا۔ اس صورتحال میں غازی ممتاز احمد قادری نے اسے شاتم اور مباح الدم سمجھتے ہوئے تب قتل کیا جب غازی صاحب نے قتل سے پہلے سلمان تاثیر سے یہ شکوہ کیا کہ آپ تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کو کالا قانون کیوں کہتے ہیں جبکہ آپ خود بھی نبی کریم ﷺ کے امتی ہیں؟ اس موقع پر بھی سلمان تاثیر نے کوئی معقول بات کرنے کی بجائے ایسے الفاظ کہے کہ جنہیں زبان پر نہیں لایا جا سکتا۔ چنانچہ فوری اشتعال کی صورت میں غازی صاحب نے اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد سوچی سمجھی سکیم کے تحت یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا گیا کہ سلمان تاثیر کے اقوال و افعال سے گستاخی ثابت نہیں ہوتی۔ اس غلط پروپیگنڈا کے انسداد کے لیے ملی مجلس شرعی نے ایک تفصیلی فتویٰ مرتب کیا جس پر تمام مکاتب فکر کے جید علمائے کرام نے تائیدی دستخط ثبت فرمائے۔ اگرچہ یہ فتویٰ غازی صاحب کے اقدام کے بعد مرتب ہوا لیکن اس میں معروضی حالات اور شرعی احکام کو سامنے رکھا گیا۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے: ”جو واقعات اور شواہد سائل نے سلمان تاثیر کے حوالے سے ہمارے سامنے رکھے ہیں، ان سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ سابقہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے تحفظ ناموس رسالت کے ضامن قانون کو جو کہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کی رو سے ملک میں حد نافذ ہے، کالا قانون کہہ کر اور اس قانون کے تحت مجاز عدالت سے سزا یافتہ مجرمہ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کر کے اور اس کی سزا کو ظالمانہ اور سخت سزا کہہ کر، پھر اس قانون کو ختم کرانے کے عزم کا اظہار کر کے اور اس سابقہ مشرکہ کی سزا کو ہر حال میں معاف کرانے کا اعلان کر کے توہین و تنقیص رسول ﷺ کا ارتکاب کیا۔ جس کی بنا پر وہ مباح الدم ہو گیا تھا اور اس کی جان و مال کی حرمت ختم ہو گئی تھی۔ اگرچہ ایسے بدبخت کے ساتھ نمٹنے کے لیے ملک میں قانون موجود ہے لیکن چونکہ اسے آئین پاکستان کی رو سے استثنیٰ حاصل تھا اور اس کے خلاف فوجداری مقدمہ قائم نہیں ہو سکتا تھا، اس لیے اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی ناممکن ہو گئی۔ بعض حضرات نے اتمام حجت کے لیے تھانہ سول لائنز میں مقدمہ درج کرانے کی کوشش بھی کی لیکن مذکورہ دستوری استثنیٰ ان کی راہ میں حائل ہو گیا۔

اندریں صورت حکومت کی ذمہ داری تھی کہ وہ اسے اس کے منصب سے الگ کر دیتی تاکہ اس کے خلاف حسبِ قانون کارروائی کی جا سکتی لیکن حکومت اس مسئلے پر خاموش تماشائی بنی رہی۔ اس کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے سلمان تاثیر اپنے باطل موقف پر ڈٹا رہا اور شرعی فتوؤں کا استخفاف بھی کرتا رہا جو کہ فی نفسہ وجوہ کفر میں سے ہے۔ اس نے ملک میں رائج شرعی قانون کے تحت مجاز عدالت کی طرف سے سزا یافتہ مجرمہ کو بے گناہ قرار دے کر اور اس کا معاملہ قانونی حدود کے اندر رہتے ہوئے بالائی عدالتوں میں لے جانے کا راستہ ترک کر کے پوری قوم کو قانون شکنی کا پیغام دیا۔ کتاب و سنت کی تصریحات کی روشنی میں گستاخی رسالت مآب کا مرتکب واجب القتل ہے۔ پوری امت اس کے وجوب قتل پر متفق ہے۔

اس کے علاوہ اس کا شرعی حد کو ظالمانہ کہنا اور اس کا استہزاء کرنا توہین شریعت ہے جس سے کفر لازم آتا ہے۔ سائل ہی کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق اس کا اپنی بیٹی کی گواہی کی رو سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شق کے مخالف ہونا اور اس آئینی شق کو ختم کرانے کا عزم رکھنا اس کے کفر صریح کی دلیل ہے، کیونکہ عقیدۂ ختم نبوت کتاب و سنت کی نصوص اور فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق ضروریات دین میں سے ہے، جس کے انکار سے منکر پر صریح کفر لازم آتا ہے۔ اسی طرح اس کا قادیانیوں اور آسیہ مسیح کے کفر و شتم پر راضی ہونا رضا بالکفر ہے۔ کتاب و سنت کی نصوص اور فقہاء کی تصریحات کے مطابق رضا بالکفر کا مرتکب خود بھی کافر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ان وجوہ کفر کی بنا پر بھی وہ مرتد اور مباح الدم ہو چکا تھا۔ اس سے توبہ کا مطالبہ بھی کیا گیا لیکن وہ اپنے کفر و ارتداد پر ڈٹا رہا۔

غازی ممتاز حسین قادری جو کہ اس کی حفاظت پر مامور تھے، انہوں نے مذکورہ بالا حالات میں حضور ﷺ کی ناموس کے اس دشمن کو قتل کر دیا۔ حضور ﷺ کے واضح ارشادات کے مطابق ایسے شاتم کا خون باطل اور رائیگاں ہے۔ اگر کوئی مسلمان اسے قاضی یا امام سے سبقت لے کر بھی قتل کر دیتا ہے تو اس پر کوئی قصاص یا دیت نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اس معاملے کو خصوصی اہمیت دی ہے اور اسے ایک استثنائی معاملہ قرار دیا ہے۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک بھی مرتد کو ماورائے عدالت قتل کرنے والے مسلمان پر کوئی قصاص یا دیت نہیں ہے۔ لہٰذا دہشت گردی کی عدالت کی طرف سے غازی ممتاز حسین قادری کو ملنے والی سزائے موت کتاب و سنت کی رو سے سراسر غلط ہے، کیونکہ اس سزا کے نافذ ہونے کی صورت میں مرتد کے عوض مسلمان کا قتل لازم آئے گا جس کی شریعت اسلامیہ ہرگز اجازت نہیں دیتی۔ غازی ممتاز حسین قادری کے بارے میں دہشت گردی کی عدالت کے جج کے فیصلے سے بھی ہمارے اس موقف کی تائید ہوتی ہے جس میں اس نے تسلیم کیا ہے کہ غازی ممتاز حسین قادری نے جو کیا وہ اسلامی لحاظ سے درست ہے، یعنی سلمان تاثیر نے

توہین رسالت ہی کی تھی اور اس کی سزا بھی یہی ہے تاہم اس نے انہیں دوسرے ملکی قوانین کے تحت سزا دی ہے۔ آپ کے تمام سوالات کا مختصر جواب یہی ہے۔ البتہ ہم نے اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر مدلل اور مفصل جواب بھی لکھ دیا ہے۔''

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس فتویٰ پر تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام نے دستخط ثبت فرمائے۔ دوسری طرف صرف دو قابل ذکر اہل علم ایسے ہیں جنہوں نے سلمان تاثیر کے اقوال وافعال کو گستاخی پر مبنی قرار دینے میں تامل سے کام لیا ہے۔ ان میں سے ایک تو جاوید احمد غامدی ہیں جو کئی معاملات میں پوری امت سے الگ تھلگ رائے رکھنے کی شہرت رکھتے ہیں۔ قانون تحفظ ناموس رسالت کے ساتھ ان کی عداوت اظہر من الشمس ہے۔ ''سبیل المومنین'' سے ہٹے ہوئے اس متفرد شخص کی رائے کی جید اور ثقہ علماء کی رائے کے مقابل کیا حیثیت ہو سکتی ہے، اس پر مزید لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ دوسری شخصیت ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی ہے جن کے اس حوالے سے متضاد موقف اور دوہرے معیار پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے بلکہ سوشل میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا پر بھی منظر عام پر آ چکا ہے جس سے ان کی عالمانہ حیثیت سخت مجروح ہوئی ہے۔ لہٰذا اس اجماعی فتویٰ کے مقابل ان کی متضاد رائے بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ غازی صاحب کے وکلاء کی طرف سے اس فتویٰ کا عدالت میں ذکر بھی کیا گیا۔

اس مقدمے کا اصل تصفیہ طلب معاملہ یہ تھا کہ عدالت اس امر کا جائزہ لیتی کہ کیا سلمان تاثیر کے افعال اور اقوال سے اس پر توہین رسالت کا جرم ثابت ہوتا ہے کہ نہیں۔ اگر عدالت آزادانہ طور پر یہ سمجھتی ہے کہ اس سے کوئی ایسا قول وفعل سرزد نہیں ہوا جس سے توہین رسالت لازم آتی ہے تو وہ غازی صاحب کی سزائے موت کو برقرار رکھنے میں کم از کم اپنے تئیں تو حق بجانب ہوتی اور اگر معاملہ اس کے برعکس ثابت ہوتا تو عدالت شریعت اسلامیہ کی رو سے غازی صاحب کی بریت کا اعلان کر دیتی۔ تعجب ہے کہ اس مسئلہ پر عدالت نے کارروائی کے دوران گفتگو کی بھی اور سنی بھی لیکن اپنے فیصلے میں یہ معاملہ سرے سے ہی گول کر دیا۔ اس فیصلہ کن معاملے سے چشم پوشی اور غض بصر کیوں کیا گیا، یہ تو عدالت ہی بہتر جانتی ہے لیکن اس سے فیصلہ کی حیثیت مشتبہ اور مجروح ہو کر رہ گئی ہے۔ عدالت کا یہ کہنا کہ عدالت کو ایسا مواد فراہم نہیں کیا گیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ سلمان تاثیر نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا، دراصل یہ ایک ایسی بات ہے کہ جسے نرم سے نرم الفاظ میں تجاہل عارفانہ ہی کہا جا سکتا ہے۔ لہٰذا بنا بریں اس فیصلے کے بارے میں یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ یہ کتاب و سنت کے مطابق نہیں ہے اور عدالت نے اپنے فیصلے کو کتاب وسنت کے مطابق ثابت کرنے کے لیے جن دور از کار تاویلات کا سہارا لیا ہے انہیں باطل اور مردود ہونے کی وجہ سے کوئی بھی صاحب علم قبول نہیں کر سکتا بلکہ انہیں قبول کرنے کی صورت میں تو شریعت کا حلیہ ہی بگڑ جاتا ہے اور ایسی ایسی قباحتیں لازم آتی ہیں کہ کئی صریح قرآنی آیات کا انکار ہو جاتا ہے اور حضور ﷺ کا اسوۂ ایک مخصوص خطے تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے، جنہیں تمام عالمین کے لیے نذیر و بشیر بنا کر بھیجا گیا ہے اور جنہیں پوری انسانیت کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا۔ ❀❀❀

رفقاء کے تحریری سوالات اور

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ

کے جوابات پر مشتمل ماہانہ پروگرام

امیر سے ملاقات

28 اپریل کو ریکارڈ کیے گئے پروگرام میں پوچھے گئے سوالات

1۔ تنظیم کی کارکردگی کے اعتبار سے اگلے 5 سال کے لیے تنظیم کے کیا اہداف ہیں اور ان اہداف کے حصول کے لیے کیا حکمت عملی اختیار کی گئی ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

2۔ مشرقِ وسطیٰ (شام، مصر، لیبیا، عراق، یمن وغیرہ) کے بدلتے ہوئے حالات عالم اسلام کو جس رخ پر لے کر جا رہے ہیں، قربِ قیامت کے واقعات اور الملحمۃ العظمیٰ کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئیاں کا کیا تعلق بنتا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

3۔ نوجوان طبقہ کسی بھی معاشرے میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے جن کو صحیح رخ پر لا کر معاشرے کے دھارے کو بدلا جا سکتا ہے۔ اس کے پیش نظر خصوصاً نوجوانوں کو تنظیم میں شامل کرنے اور ان کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے کیا اقدامات کیے جا رہے ہیں؟

4۔ میں رزق حلال کمانا چاہتا ہوں جبکہ میرے والد صاحب بینک سے سود پر قرضہ لے کر گارمنٹس فیکٹری کا نظام چلا رہے ہیں۔ میری بیوی اور بیٹی ہے۔ میں نے کافی دفعہ والد صاحب کو کہا کہ سود پر کام نہیں کرنا چاہیے مگر وہ میری بات نظر انداز کر دیتے ہیں۔

5۔ جب تک تنظیم کے امراء اور رفقاء کی تن آسانیاں ختم نہیں ہوں گی، ایئر کنڈیشنڈ مکانات اور کاروں میں سفر کرنے والے مدرسین ایمان کو کیسے سمجھ اور سمجھا سکتے ہیں؟

6۔ ہم ایک قانونی مسلمان معاشرے میں اقامت دین کی جدوجہد کو مکی دور سے کیسے تشبیہ دے سکتے ہیں؟

درج بالا سوالات کے جوابات www.tanzeem.org پر
''امیر سے ملاقات'' کے عنوان کے تحت دیکھے جا سکتے ہیں

☆ رفقائے تنظیم پروگرام کے لیے سوالات اپنے نام اور مقامی تنظیم وحلقہ کے حوالہ کے ساتھ ہر ماہ کی 20 تاریخ تک درج ذیل ذرائع سے بھجوا سکتے ہیں۔

(i) بذریعہ ای میل: media@tanzeem.org پر۔ (ii) بذریعہ خط: K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور کے پتے پر۔

(iii) بذریعہ SMS موبائل نمبر 0312-4024677 پر۔

خالصتاً فقہی نوعیت کے سوالات کے جوابات نہیں دیئے جائیں گے

المعلن: مرزا ایوب بیگ (ناظم نشر واشاعت تنظیم اسلامی) K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور 042-35869501-3/042-35856304

بچوں کی ایمانی تربیت کیسے کی جائے؟

اُم مریم

اللہ کی معرفت پیدا کرنا

ایمانی تربیت میں سب سے پہلی چیز بچے کے دل میں اللہ کا تعارف کروانا اور یہ خیال بھرنا ہے کہ ہر نعمت ہمیں وہی پروردگار دیتا ہے۔ اگر وہ روٹھ گیا تو ہماری زندگی برباد ہو جائے گی۔ محبت اور خوف دونوں بھر دینا تاکہ محبت میں انسان نیکی کرے اور خوف کی وجہ سے انسان گناہوں سے بچے اور یہ احساس ہو کہ میں ہر وقت اللہ کے سامنے ہوں۔ وہ مجھے دیکھ رہا ہے، اس لیے ہمیں نیکی کرنی ہے اور برائی سے بچنا ہے۔ بچے کے دل میں حلال اور حرام کا واضح تصور پیدا کرنا چاہیے۔ بچہ گناہ سے ایسا ڈرے جیسے سانپ اور بچھو سے ڈرتا ہے۔ بچے کو آپ بجلی کے تار سے بچاتی ہیں کہ نہیں، اور پھر بچہ بچتا ہے کہ تار کو ہاتھ نہیں لگانا ہے؟ اسی طرح اس کو گناہ سے بھی بچائیں کہ بیٹا گناہ کرنے سے عذاب کا جھٹکا پڑے گا، تمہاری روحانی موت آجائے گی تو بچے گناہ نہیں کریں گے۔ آج ہم کہتے ہیں کہ بچے بگڑ گئے۔ سوال یہ ہے کہ ہم نے انہیں بنانے کی کوشش کب کی کہ وہ بگڑ گئے؟ ہم الزام ان کو دیتے تھے، قصور اپنا نکل آیا۔ جب ہم نے بچوں کے سینے ایمان سے مزین کرنے کی کوشش ہی نہیں کی تو بچے تو بڑے ہو کر وہی کریں گے جو ان کا نفس کہے گا۔ اس لیے جو چھوٹے بچے ہیں ان کی تربیت کی کوشش آج ہی سے کریں۔ اور جو بڑے ہیں ان کو نیک اور صالح لوگوں کے پاس بھیجیں تاکہ ان کے دل میں بھی یہ کیفیت آجائے۔ یہ کرنے کا ضروری کام ہے۔

نبی کریم ﷺ کی محبت پیدا کرنا

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ بچے کے دل میں نبی کریم ﷺ کی محبت کو بھر دیں۔ اس کے لیے نبی کریم ﷺ کا تذکرہ اتنے اچھے طریقے اور محبت کے ساتھ کریں کہ بچے کے دل میں نبی کریم ﷺ کی محبت بھر جائے۔ ہم نے عورتوں کو دیکھا ہے کہ بچے سے اپنے میکے کا تعارف کرواتی ہیں تو اپنے بھائی کو چاند بنا کر پیش کرتی ہیں، چندا ماموں کہتی ہیں۔ اللہ کی بندی! اگر اپنے بھائی کی محبت بچے کے دل میں ایسے پیدا کر رہی ہو تو اللہ کے حبیب ﷺ جو ہمارے آقا ہیں، ہمارے سردار ہیں ان کی محبت کیسے پیدا کرنی چاہیے؟

اس کا طریقہ یہ ہے کہ سیرت رسول ﷺ کے واقعات سنائیں۔ بچے کے دل میں یہ احساس پیدا کریں کہ نبی کریم ﷺ نے جو کام جس طرح سے کیا ہے وہ کام ہمیں اسی طرح سے کرنا ہے، اسی میں ہماری نجات ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کے اندر تین صفتیں پیدا کرو: ایک اپنے نبی ﷺ کی محبت، دوسری ان کے اہل بیت کی محبت اور تیسری قرآن مجید کی محبت۔ چنانچہ جتنے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، سب نبی ﷺ کے عاشق تھے۔ بچوں کو نبی کریم ﷺ کی سیرت کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ بھی کرانا چاہیے۔

قرآن مجید کے ساتھ لگاؤ

تیسری چیز یہ ہے کہ بچے کے دل میں قرآن مجید کے ساتھ لگاؤ پیدا کریں۔ بچوں کے دل میں قرآن مجید کا ادب ہو، اس کو سیکھنے کا شوق ہو، اُس کو پڑھنے کا شوق ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بندہ اللہ کے احکام کو پڑھے گا اور اس پر عمل کرے گا اور اس کے اوپر اس کا یقین ہوگا۔ قرآن مجید میں انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات کا تذکرہ سبق سکھانے اور سمجھانے کے لیے ہے۔ بچوں کو واقعات سے بات جلدی سمجھ میں آجاتی ہے۔ اس سے نہ صرف بچوں میں قرآن کریم کی تلاوت کا شوق بڑھے گا بلکہ عمل کا جذبہ بھی پیدا ہوگا۔

نماز کی تعلیم

چوتھی چیز یہ ہے کہ بچوں کو نماز سکھائیں۔ شریعت نے کہا ہے کہ بچے کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور جب دس سال کا ہو جائے اور نماز میں سستی کرے تو اب اس کو سزا بھی دو۔ چنانچہ حدیث مبارکہ ہے کہ جب بچے کو دائیں اور بائیں ہاتھ کا فرق پتہ چل جائے، وہ اتنا با سمجھ ہو جائے کہ اس کو پتہ چلے کہ دایاں ہاتھ کون سا ہے اور میرا بایاں ہاتھ کون سا ہے تو اس عمر سے بچے کو اپنے ساتھ نماز پڑھانے کی عادت ڈالیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ماں جب خود نماز پڑھے تو گھر کے چھوٹے بچے بھی اپنے ساتھ کھڑا کرلیا کرے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ تقریباً دو سال کے بچے ماں کو نماز پڑھتے دیکھتے ہیں تو وہ بھی مصلیٰ پر آ کر سجدہ کرتے ہیں۔

بچوں کی تربیت کے لیے ضروری ہے کہ ابتدا سے ہی اخلاق، عادات، لباس، وضع قطع، نشست و برخاست غرض ہر ہر چیز پر توجہ دی جائے اور اسلامی طرز پر ڈھالنے کی کوشش کی جائے۔ بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ابھی تو بچے ہیں، بڑے ہو کر سدھر جائیں گے۔ ایسا سوچنا غلط ہے، اس لیے کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چار پانچ سال کی عمر میں اچھی یا بری عادتیں پختہ ہو جاتی ہیں، اس کے بعد اس میں کوئی عادت پختہ نہیں ہوتی۔

تربیت اولاد کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ سب سے بڑے بچے کی اچھی طرح سے تربیت کر دی جائے، اس کے بعد والے بچے خود بخود اسی کے اخلاق اپناتے چلے جائیں گے۔

تربیت اولاد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے میل جول پر کڑی نظر رکھی جائے۔ آوارہ بچوں کے ساتھ گھومنے پھرنے اور کھیل کود سے سختی سے منع کیا جائے۔ یہ سختی بچوں کو خواہ کتنی ہی بری لگے اور اس پر وہ لاکھ بگڑیں مگر اسی میں ان کا فائدہ ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ جب والد بچوں کو ان کی غلطی پر سرزنش کرے یا سزا دے تو والدہ ہرگز آڑے نہ آئے، بلکہ اگر بچوں کی کوئی غلطی ہو تو بچوں کے والد سے کہہ کر ان کی ڈانٹ ڈپٹ کرائی جائے۔

اگر والدین کی طرف سے بچوں کی غلطیوں سے ہر وقت درگزر کرنے یا ان پر پردہ پوشی کرنے کی بجائے فوراً نوٹس لیا جائے اور حکمت سے اُن کی اصلاح کی جائے یعنی کبھی محبت بھرے انداز سے اور کبھی سختی سے اُن کی سرزنش کی جائے تو ان شاء اللہ بچوں کی تربیت میں جلد فائدہ نظر آئے گا۔ بچوں کی اچھی تربیت سے معاشرے کی اصلاح بھی ہوگی کیونکہ آج کے بچے ہی کل معاشرے کے افراد بنیں گے۔

ہر وقت روک ٹوک سے بچیں

ہر وقت بچے کو ملامت نہیں کرنی چاہیے۔ چھوٹی چھوٹی بات پر تنقید کہ تم نے ٹھیک نہیں کیا، تم نے ایسے نہیں کیا اس کو تربیت نہیں کہتے۔ یاد رکھیں! بچوں کو ناقد کی نہیں، مصلح کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ جو پیار سے بات سمجھائے اور اصلاح کرے۔ اسی لیے انبیاء کرام علیہم السلام جب تشریف لائے تو انہوں نے کہا: انی لکم ناصح امین کہ میں تو تمہیں نصیحت کر رہا ہوں۔ تو ہر وقت ملامت کرنا بھی بچوں کے بگڑنے کا سبب ہے۔ اس سے بچے ڈھیٹ بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حسن عمل کی توفیق دیں۔ آمین

''امیر سے ملاقات''

رفقاء کے پوچھے گئے سوالات اور امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید ﷾ کے جوابات

سوال: سیاست دانوں کے بارے میں بات کرتے ہوئے کیا اخلاق کے اصولوں کا کم تر معیار جائز ہے؟ مثلاً بغیر تصدیق کے یہ مان لینا کہ ہر سکینڈل صحیح ہے یا ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کر دینا، کیا ایسا کرنا بدظنی کے ذیل میں تو نہیں آتا؟ سیاسی رہنماؤں کو ماضی کے بیان پر طعنہ دینا جب کہ وہ اس سے تائب ہو چکے ہوں، مناسب اور جائز ہے؟ کیا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ فلاں حضرات دین بیچتے ہیں؟ کسی کے لیے کوئی برے نام رکھنا گناہ کے زمرے میں تو نہیں آئے گا؟ کیا مسلم معاشرے میں گناہ کی تشہیر پسندیدہ ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو رہنماؤں کی برائی بیان کرنا کیسا ہوگا؟ ظن غالب کو یقین کے طور پر بیان کرنا کیسا ہے؟ یہ گمان رکھنا کہ انہوں نے ساری دولت کرپشن کر کے حاصل کی ہے، کیسا ہے؟ (قمر الاسلام، سعودی عرب)

جواب: یہ بہت سے سوالات کا مجموعہ ہے۔ مجموعی طور پر یہ کہنا چاہوں گا کہ اخلاقیات کی بڑی اہمیت ہے۔ کسی کا عوامی رہنما (Public Figure) ہو جانا کوئی برائی نہیں ہے، وہ بہر حال ہمارا مسلمان بھائی ہے، لیکن اس حوالے سے کچھ چیزیں تو ان کی ضرور دیکھی جائیں۔ مثلاً اگر ان کا پبلک کنڈکٹ صحیح نہیں ہے تو اس پر تو تنقید ہوگی لیکن مجموعی طور پر کسی کے بارے میں براظن قائم کر لینا صحیح نہیں ہے، جسے ہم سوئے ظن کہتے ہیں۔ میڈیا کی اکثر اطلاعات مصدقہ نہیں ہوتیں، تو ہر بات پر یقین کر لینا اور اس کو آگے بیان کر دینا مناسب نہیں ہے۔ یہ تو ہمارے دین کی مستقل بنیادوں میں سے ہے کہ کسی شخص کے جھوٹے ہونے کے لیے بس یہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات کو بغیر تصدیق کیے آگے بیان کر دے۔ چنانچہ اس اصول کا ہر مسلمان پر اطلاق ہوگا۔ البتہ عوامی رہنماؤں کا عوام کے ساتھ رویہ بالکل ظاہر و باہر ہے، اس کے اوپر تنقید اور تبصرے کیے جا سکتے ہیں لیکن وہ اخلاقی حدود میں رہیں گے۔ کسی کے لیے ناشائستہ الفاظ استعمال کرنا ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

سنہری باتیں

مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

اللہ کی رشتہ داری کسی سے نہیں، اس کے یہاں اُصول وضوابط ہیں

اپنے نفسوں اور اپنی ذاتوں کو قربان کیا جائے گا تو اُمت بنے گی اور اُمت بنے گی تو عزت ملے گی، عزت اور ذلت روس اور امریکہ کے نقشوں میں نہیں بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے اور اس کے یہاں اُصول وضوابط ہیں جو شخص یا قوم یا خاندان یا طبقہ چمکانے والے اُصول اور اعمال اختیار کرے گا، اس کو چمکا دیں گے اور جو مٹنے والے اُصول اور اعمال اختیار کرے گا، اس کو مٹا دیں گے۔ یہود نبیوں کی اولاد ہیں، اُصول توڑے تو اللہ نے ٹھوکر مار کر ان کو توڑ دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بت پرستوں کی اولاد تھے، انہوں نے چمکانے والے اُصول و اعمال اختیار کیے تو اللہ نے ان کو چمکا دیا، اللہ کی رشتہ داری کسی سے نہیں ہے، اس کے یہاں اُصول وضوابط ہیں۔

(تذکرہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ، ص: 159)

حضور ﷺ کی معاشرت کی بنیاد پاکیزگی، سادگی اور حیا ہے

حضور ﷺ کی معاشرت کی بنیاد پاکیزگی، سادگی اور حیا پر ہے اور یہود و نصاریٰ کی لائی ہوئی معاشرت کی بنیاد بے حیائی، اسراف اور تعیش پر ہے۔ تمہیں ان کی معاشرت پسند آنے لگی جنہوں نے تمہارے اسلاف کے خون بہائے، عصمتیں لوٹیں، ملک چھینے اور اب بھی تمہیں امداد دے کر اس طرح پال رہے ہیں جس طرح تم مرغیاں پالتے ہو۔ دانت شہید کرائے، حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے چچا شہید کرائے، تمہارے لئے راتیں جاگتے گزاریں، ان کی معاشرت چھوڑ کر تمہیں غیروں کی معاشرت پسند آئی۔

دوستو! رسول اکرم ﷺ کی معاشرت قیامت تک کے لئے ہے جیسے ان کی نبوت قیامت تک کے لئے ہے۔ جب تم میں نور ایمان آئے گا تو تمہیں حضور ﷺ کی معاشرت کی ایک ایک چیز پیاری لگے گی۔

(تذکرہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ، ص 54)

The provocative anti-Islam activists behind the despicable Mohammed (SAW) cartoon event in Garland, Texas

The group behind the caricature drawing event of Islam's Prophet (SAW) in Texas where police killed two gunmen Sunday has a history of making provocative statements about Islam that it says are aimed at defending "freedom" and critics see as antagonizing Muslims.

The American Freedom Defense Initiative (AFDI), led by provocative activist Pamela Geller, offered a $10,000 prize in a competition to draw a cartoon of Islam's Prophet (SAW).

Depicting the Prophet is seen as exceptionally offensive by all Muslims throughout the world. Such satirical images have prompted violence in the past including in Paris this year when 12 people were gunned down at the satirical weekly Charlie Hebdo.

Although the group claims that it is merely exercising its First Amendment right of 'Freedom of Speech', others aren't so sure.

– Controversial ads –

The Southern Poverty Law Center lists the AFDI as an "Active Anti-Muslim Group." Advertisements the AFDI has taken out in cities around the US in recent years have drawn ire.

"Islamic Jew-hatred: It's in the Quran. Two-thirds of all US aid goes to Islamic countries. Stop racism. End all aid to Islamic countries," read an ad the group paid for in the US capital last year that drew criticism from an American Islamic group.

A US lawmaker called for a boycott of public transit in Washington after another ad paid for by the group in 2012 denounced **"the savage"** in Muslim countries.

The ads went up in San Francisco and New York reading:

"In any war between the civilized man and the savage, support the civilized man. Support Israel. Defeat Jihad."

US representative Mike Honda described the ad as **"hate speech"** and activists in New York spray painted over the ads.

In September last year AFDI caused a stir when it launched a $100,000 ad campaign in New York that featured a picture of US journalist James Foley moments before he was killed by extremists in Syria. The image was pulled after protest from the journalist's family.

The recent 'cartoon event' organized by AFDI can therefore not be seen as an isolated incident. It is part of a bigoted trend pregnant with hatred against Islam.

<u>**Source:**</u> ***Adapted from a news report by AFP***

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس

(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)

(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 35869501-3

E-mail: distancelearning@tanzeem.org